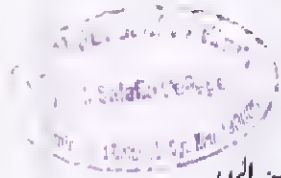




توحید کے آئینے میں



تألیف

فضیلۃ الدکتور الشیخ عبدالرزاق عبد المحسن البدر

مترجم

محمد رمضان بن ثناء اللہ زاہد

استاذ المعهد العظمیٰ مرکز تعلیم القرآن والسنة بانہال جنرل و کشمیر

مراجعة وتصحيح

ڈاکٹر عبداللطیف شیخ عبدالرشید الکندی

ناشر

مرکز الدعوة والارشاد مدینہ منورہ

حجج

توحید کے آئینے میں

تألیف

فضیلۃ الدکتور الشیخ عبدالرزاق عبد المحسن البدر

مترجم

محمد رمضان بن ثناء اللہ زاہد

استاذ المعهد العظمیٰ مرکز تعلیم القرآن والسنة بانہال جنرل و کشمیر

مراجعة وتصحيح

عبداللطیف شیخ عبدالرشید الکندی

ناشر

مرکز الدعوة والارشاد مدینہ منورہ

فہرست مضامین

- تقدیم ۴
- مقدمہ ۷
- پہلا سبق: حج ایک عظیم تربیت گاہ ہے ۹
- دوسرا سبق: تذکرہ فوائد حج ۱۶
- تیسرا سبق: تبلیہ میں توحید کی ضیاء پاشی ۲۴
- چوتھا سبق: تبلیہ میں شرک کا رد اور اُس سے اجتناب کا درس ۳۳
- پانچواں سبق: تبلیہ کے کچھ فوائد کے بیان میں ۴۳
- چھٹا سبق: بیت اللہ الحرام کا طواف ۵۰
- ساتواں سبق: حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو چھونا ۵۸
- آٹھواں سبق: رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لازم پکڑنا واجب ہے ۶۵
- نواں سبق: یوم عرفہ کے بیان میں ۷۳
- دسواں سبق: ذبح کرنے میں للہیت ۸۱
- گیارھواں سبق: حلق کے بیان میں ۸۹
- بارھواں سبق: دُعا میں اخلاص کے بیان میں ۹۶
- تیرھواں سبق: دین میں غلو سے اجتناب کے بیان میں ۱۰۵

ح) المكتب التعاوني للدعوة والإرشاد وتوعية الجاليات بالمدينة المنورة، ۱۴۲۲ھ

فہرست مکتبہ الملک فہد الوطنیۃ أثناء النشر

البدر، عبدالرزاق عبدالحسن العباد

دروس عقیدتیہ مستقادة من الحج / عبدالرزاق عبدالحسن العباد

البدر - المدينة المنورة، ۱۴۲۲ھ

۱۱۲ ص، ۱۷ سم

ردمک: ۷-۰-۹۴۱۵-۹۹۶۰

(النص باللغة الأوردية)

۱- الحج - العنوان

دیوی ۲۵۲، ۵/۵۹۹۴

رقم الإيداع: ۵۹۹۴ / ۱۴۲۲

ردمک: ۷-۰-۹۴۱۵-۹۹۶۰



مطابع الرشيد ۸۳۸۸۲۲

نام کتاب

حج توحید کے آئینے میں

نام مصنف

د/عبدالرزاق عبدالمحسن البدر

نام مترجم

محمد رمضان بن ثناء اللہ زاہد

طباعت

اول ۱۴۲۳ھ

کمپیوٹرنگ

حافظ انس نصیر مہر

عدد

۵۰۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تقديم بقلم فضيلة الشيخ

صالح بن فوزان الفوزان

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على نبينا محمد وعلى
آله وصحبه وبعد!

میں ایک مختصر رسالہ سے واقف ہوا جو دروس عقیدہ مستفادہ من
الحج کے عنوان سے تھا جس کو ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبد المحسن البدر
نے تحریر فرمایا۔ میں نے اس کو بہت مفید پایا جو عقیدہ کے باب میں ان قیمتی
دروس پر مشتمل ہے جو حج سے حاصل ہوتے ہیں۔ تمام اسلامی عبادات کا
یہی حال ہے کہ وہ توحید کی اساس پر قائم ہیں۔ خاص طور پر حج کیلئے کائنات
کے اطراف و اکناف سے عالم اسلام اللہ کے اس مقدس شہر میں جمع ہوتا ہے
وہ مناسک حج کی تعلیمات کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے اخذ
کرتے ہیں وہ ایک تعلیمی ٹریننگ کورس کی حیثیت رکھتا ہے اور جب یہاں
سے لوگ لوٹتے ہیں تو انہوں نے وہ غلط مفاہیم ترک کئے ہوتے ہیں جو لے
کر وہ آئے تھے، تو یہ حج کیا ہی عظیم موقعہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی شان

میں ابراہیم سے خطاب کیا تھا:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۖ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ ”تو لوگوں میں حج کی منادی کر، لوگ پیدل پا اور دبلے پتلے اونٹوں پر آئیں گے وہ دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں۔“

علماء پر واجب ہے کہ وہ ان منافع کو واضح کریں اور لوگوں کو کھول کھول کر بیان کریں تاکہ وہ اپنے حج سے مستفید ہوں۔

اس مختصر رسالے میں اس اہم ذمہ داری کو نبھایا گیا ہے۔ اللہ اس کے مصنف شیخ عبدالرزاق البدر کو جزائے خیر دے اور اللہ تعالیٰ ان کی اس رسالہ میں کوششوں سے اور اسی طرح ان کی دوسری مؤلفات سے فائدہ پہنچائے..... آمین

وصلی اللہ وسلم علی نبینا محمد وعلی آلہ وصحبہ

بقلم صالح بن فوزان بن عبد اللہ الفوزان

۱۴۲۰/۸/۶ھ

حج توحید کے آئینے میں

مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على خير النبيين وإمام المرسلين، نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين.
اما بعد!

بلاشبہ حج ایک عظیم ایمانی تربیت گاہ ہے، جس میں مسلمان عظیم فوائد و اسباق اور نفع بخش نصیحتیں حاصل کرتے ہیں جو زندگی کے مختلف نواحی اور دین کے تمام ابواب کو شامل ہیں، خواہ وہ عقائد و عبادات کا باب ہو یا سلوک و ارشاد کا موضوع ہو، ان فوائد کو سمیٹنے میں لوگوں کے درجات ہیں کچھ لوگوں کو کم فائدہ پہنچتا ہے اور بعض کو بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے، کیونکہ توفیق اللہ وحدہ لا شریک لہ کے ہاتھ میں ہے، اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ حج کے باب میں توحید سے متعلق فوائد کو میں ضبط تحریر میں لاؤں، کیونکہ وہی بنیاد اور اساس ہے جس پر اعمال کی عمارت تعمیر کی جائے اور پورا دین بھی اسی اصل پر قائم ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ یہ فوائد توحید کی طرف ایک اشارہ ہے ورنہ حج میں فوائد توحید اور دروس عقیدہ کا حصر نہیں۔

پہلا سبق

حج ایک عظیم تربیت گاہ ہے

بے شک حج افضل ترین اطاعت اور عظیم تر قربت ہے جس کے ذریعے مسلمان اپنے رب سے قریب ہوتا ہے، بلکہ وہ ایک ایسی عبادت ہے جو ان پانچ بنیادوں میں سے ایک مانی جاتی ہے جن پر دین ضعیف کا دارو مدار ہے اور جن کو رسول اللہ ﷺ نے حدیث صحیح میں بیان فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے:

(بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله، وإقام الصلاة وإيتاء الزكاة، وصيام رمضان، وحج البيت) [دیکھئے صحیح بخاری، حدیث نمبر ۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۶] ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، پہلی چیز اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود برحق کوئی نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، دوسری چیز نماز قائم کرنا، تیسری چیز زکاۃ دینا، چوتھی چیز رمضان کے روزے رکھنا، پانچویں چیز بیت اللہ کا حج کرنا۔“

رسول اللہ ﷺ سے بہت سی احادیث میں ثابت ہے کہ آپ ﷺ

ان اسباق کی تعداد تیرہ کو پہنچی ہے میں نے خیال رکھا ہے کہ کتاب کا حجم محتویات سے نہ بڑھے اور پیش کرنے کا انداز بھی مناسب ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس محنت کا نفع دے اور اس کو شرف قبولیت بخشے، بے شک وہ قبول کرنے والا ہے۔

آمین یا رب العالمین

عبدالرزاق عبد المحسن البدر

حج توحید کے آئینے میں
نے اپنی امت کو حج کی ترغیب دی اور حج پر انہیں ابھارا، اور آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ حج میں کتنا بڑا اجر ہے اور کتنا عظیم ثواب ہے اور کتنی عظیم مغفرت ہے۔

امام مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اسلام قبول کرتے وقت ارشاد فرمایا: ”کیا تجھے معلوم نہیں کہ اسلام سابقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے، اور ہجرت بھی سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے، اور حج بھی سابقہ گناہوں کو ختم کر دیتا ہے“ [دیکھئے صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۲۱]

امام بخاری اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس شخص نے حج کیا اور آنحالیکہ اس نے نہ کوئی غلط حرکت کی اور نہ کوئی گناہ کیا تو وہ حج سے ایسے لوٹے گا جیسے اس کو ماں نے جنا تھا (یعنی گناہوں سے پاک و صاف)“ [دیکھئے صحیح بخاری، حدیث نمبر ۱۵۲۱، صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۲۵۰]

امام مسلم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عمرہ سے عمرہ تک کفارہ ہے ان دونوں عمروں کے درمیان گناہوں کا اور حج مبرور کا بدلہ تو جنت ہی ہے۔ [دیکھئے صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۲۳۹]
رسول اللہ ﷺ نے سن دس ہجری میں وہ حج ادا فرمایا جس میں اپنی امت کیلئے عملی طور پر اس عظیم فریضے کو ادا کرنے کا طریقہ سکھایا اور جس میں

حج توحید کے آئینے میں
ترغیب دی اس بات کی کہ آپ کی امت ہر وہ چیز لے جو آپ سے صادر ہو، خواہ وہ آپ کے افعال ہوں یا اقوال، چنانچہ ارشاد فرمایا:
(خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ فَلَعَلِّي لَا أَلْفَاكُمْ بَعْدَ عَامِي هَذَا) [صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۲۹۷]..... ”مجھ سے اپنی عبادات کا طریقہ لو شاید اس سال کے بعد میں تم سے نہ ملوں۔“

تو اس حج کو حجۃ الوداع کہا گیا، اور اسی میں رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [سورة المائدة: ۳]..... ”آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کیا۔“

بے شک ہر اس مسلمان پر جو اس فریضے کو ادا کرنے کیلئے آیا ہے واجب ہے کہ حج میں نبی اکرم ﷺ کا طریقہ جاننے میں پوری جدوجہد کرے اور مناسک حج کے ادا کرنے میں نبی مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کا خیال رکھے تاکہ آپ کی سنتوں پر چل سکے اور آپ کی سنن کی اقتداء ہو سکے اور آپ کے بتلائے ہوئے مناسک پر عمل کیا جا سکے اور تاکہ حج مکمل ہو، کیونکہ اس فریضے کا اور دیگر فرائض کا کمال اور پورا ہونا

رسول اللہ ﷺ ہی کی اتباع کر کے ہیں اور آپ کے طریقے پر چل کر ہی ہے۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان مبارک دنوں میں کائنات کے ہر مسلم کی روح اس عظیم فریضے کی ادائیگی کے شوق اور اس کے پورا کرنے کی تڑپ میں اور بیت اللہ کی زیارت کی محبت سے بے چین ہوتی ہے۔ کیونکہ بیت اللہ سے تمام مسلمانوں کا رابطہ بڑا مضبوط ہے، اور وہ رابطہ اسلام سے نسبت کے ساتھ سے شروع ہو کر تادم حیات پروان چڑھتا ہی رہتا ہے، جب مسلمان بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسلام کے فرائض میں جو چیز سب سے پہلے اس کے کانوں سے مگراتی ہے وہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن میں ایک حج بیت اللہ ہے اور کافر جب اسلام قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت اور عبدیت کا اقرار کرتا ہے تو سب سے پہلے جن فرائض اسلام کی اس کو تعلیم دی جاتی ہے وہ شہادتین کے بعد دیگر ارکان اسلام ہیں اور وہ نماز کا قائم کرنا زکاۃ کا ادا کرنا رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ الحرام کا حج کرنا ہے۔

شہادتین کے بعد پہلا اسلامی رکن پنجوقتہ نمازیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہر دن و رات میں اپنے بندوں پر فرض کیا ہے ان میں بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے بیت اللہ کا استقبال کرنا شرط قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿قَدْ نَرَى تَفَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُورِثَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا

فَلَوْلَ وَجْهِكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ﴾ [سورة البقرة: ۱۴۴]..... ”اے نبی! تحقیق ہم نے دیکھ لیا تیرا آسمان میں چہرہ اٹھانا، تو ہم پھیر دیتے ہیں تجھ کو ایسے قبلے کے طرف جو تجھ کو پسند ہو، پس پھیر تو اپنا منہ مسجد حرام کی جانب اور تم جہاں کہیں بھی ہو تو پھیرو اپنے چہروں کو اسی جانب۔“

تو بیت اللہ الحرام سے مسلمان کا تعلق لگاتا رہے۔ ہر دن اور رات اس طرف اپنا چہرہ ہر نماز میں قدرت کے وقت کرتا ہے خواہ فرض نماز ہو یا نفل جس طرح کہ دعاء میں بیت اللہ الحرام کا استقبال کرتا ہے۔ [دیکھئے الحج فضله وفوائده تألیف والد المحترم الشیخ عبدالحسن البدر حفظہ اللہ، جو مجموع قیس من ہدی الإسلام ص ۱۱۸ - ۱۲۲ میں ہے]

یہی وجہ ہے کہ یہ مضبوط تعلق جو اس ربط سے مسلمان کے دل اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے درمیان استوار ہوتا ہے وہ انسان کو بیت اللہ کے دیدار اور فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے ابھارتا ہے جو اس کی استطاعت پر موقوف ہے۔ جوں ہی مسلمان کو حج کی استطاعت ہوتی ہے وہ اس فریضے کو ادا کرنے اور زیارت بیت اللہ کیلئے جلدی کرتا ہے، تمام نمازوں میں بیت اللہ کا رخ کرتا ہے۔

﴿فَبِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ مِّمَّا يَمْزِجُ﴾ [سورة آل عمران: ۹۷]

”کعبہ میں واضح نشانیاں ہیں جیسے مقام ابراہیم“

اے حج کرنے والے! تجھ پر واجب ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی تعریف بہت زیادہ کرے اس عظیم انعام پر کہ آپ کو اس عظیم فریضے کی ادائیگی کی توفیق ملی، اور اس عبادت مقدسہ کو پورا کرنے کا موقع ملا اور مشرق و مغرب کے مسلمان کے قبلہ بیت اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، آپ کا فرض بنتا ہے کہ آپ اعمال حج کو بحسن و خوبی مکمل طریقے سے انجام دیں جس میں کمی بیشی اور افراط و تفریط سے اجتناب ہو۔ آپ میانہ روی اختیار کریں حج میں رسول کریم ﷺ کی اتباع کر کے، آپ اس عظیم عمل سے رضائے الہی کے طالب ہوں ثواب کے حصول اور گناہوں کی مغفرت آپ کی تڑپ ہو، اور جب آپ اپنے وطن واپس لوٹیں تو آپ کے گناہ بخشے جا چکے ہوں، آپ کی جدوجہد کارآمد ثابت ہو چکی ہو آپ کا عمل مقبول عمل ہو، آپ کی نئی زندگی ایمان و تقویٰ سے پر ہو، بھلائی اور استقامت سے آباد ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں جدوجہد آپ کا معمول بن چکا ہو۔ بلاشبہ حج بہت بڑا وقفہ ہے کہ حاجی توبہ کر کے رجوع الی اللہ کر کے اللہ تعالیٰ کا مطیع و فرمانبردار بن کر رضائے الہی کا طالب بن کر توشہ آخرت فراہم کرے۔

حج اور مناسک حج کے دوران حاجی کو توحید، عبادت اور اخلاق کے باب میں نفع بخش اسباق مؤثر واقعات گراں قدر فوائد بہم پہنچتے ہیں، جو

میقات میں اعمال حج کے پہلے عمل کی انجام دہی سے شروع ہو کر طواف وداع کے سات چکروں کے اختتام پر ختم ہوتے ہیں۔ یقیناً حج ایک عظیم ایمانی اور تربیتی دانش گاہ ہے۔ جس سے متقی مؤمن فارغ ہوتے ہیں اور وہ اپنے حج میں مختلف دروس اور عظیم اور مؤثر نصائح سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اسی کے ذریعے ان کے دل زندہ ہوتے ہیں اور ایمان قوی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۖ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ ۚ﴾ [سورة الحج: ۲۷، ۲۸] ”اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے، اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں۔“

حج کے منافع اور فوائد کا شمار نہیں کیا جاسکتا اس سے حاصل شدہ نصائح اور دروس کا احاطہ نہیں ہو سکتا ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے حج بیت اللہ میں موجود فوائد و منافع کو اس مختصر کتابچہ میں ذکر کریں گے۔ اللہ ہی سے توفیق مانگتے ہوئے۔

دوسرا سبق

تذکرۃ فوائد حج

حج کی فضیلت اور رتبے پر بحث ہو چکی ہے یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وہ عظیم عبادت و قربت ہے اور یہ کہ وہ اسلام کا رکن اور بنیاد ہے اور اس پر بھی بات ہو چکی ہے کہ حج کے دینی اور دنیوی فوائد و منافع کو شمار نہیں کیا جاسکتا اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۖ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ ۖ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ الْفَقِيرَ ۚ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۖ﴾

[سورة الحج: ۲۷-۲۹]

”لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں، پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو

بھی کھاؤ پھر وہ اپنا میل بکچل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں۔“

توجہ دینی اور دنیاوی منافع سے پر ہے اللہ کے قول ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ میں لام تعلیل ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ﴾ سے متعلق ہے تو معنی یہ ہوئے کہ اگر آپ ان میں حج کی منادی کریں گے تو وہ پیدل پا اور سوار اپنے منافع و فوائد کو حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوں گے۔

اور آیت میں ارشاد ہوا ﴿مَنَافِعَ﴾ وہ منفعة کی جمع ہے اور پھر منافع کو نکرہ لایا گیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس عبادت کے دینی اور دنیوی فوائد جو اس طرح کسی اور عبادت میں اکٹھے جمع نہیں۔

ابن ابی حاتم نے تفسیر میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ کے ضمن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ دنیا کے منافع اور آخرت کے منافع، آخرت کے منافع رضائے الہی ہے، اور رہے دنیا کے منافع تو قربانیوں کا گوشت پوست اور تجارت وغیرہ۔ اس حدیث کو علامہ سیوطی نے الدر المنثور میں ذکر فرمایا ہے ۶/۳۷

امام عبد الرزاق نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر میں نقل فرمایا کہ مراد تجارت ہے اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کو پسند

ہو دنیا اور آخرت کے امور سے۔ [تفسیر عبد الرزاق ۳/۳۶]

علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے ﴿لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ﴾ کی تفسیر میں کہ مراد آخرت کا اجر اور دنیا کی تجارت ہے۔ [جامع البیان: ۱۰/۱۳۷]

تو جو منافع حجاج کو حج بیت اللہ میں ہوتے ہیں مختلف اقسام کے ہیں۔ دینی منافع عبادات و طاعات کی قبیل سے ہیں جو اس کے علاوہ کسی اور عبادات میں نہیں ہوتے۔ اور دنیوی منافع جو کسبِ حلال اور کمائی کی حیثیت سے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ رب العالمین نے سورۃ بقرہ میں حج کی آیات کے سیاق میں ارشاد فرمایا

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ [سورۃ البقرہ: ۱۹۸]

”تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو“

ابوداؤد وغیرہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ موسمِ حج میں تجارت اور خرید و فروخت کرنے سے پرہیز کرتے تھے ان کا کہنا تھا کہ یہ ذکر اللہ کے ایام ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ﴾ نازل فرمایا۔ [اس کو ابوداؤد نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۷۳۳) اس کو کعبہ سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، عبد بن حمید اور ابن جریر وغیرہ نے روایت کیا جیسا کہ سیوطی نے الدر

المستورد میں ذکر کیا ۱/۵۳۳]

اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ احرام سے قبل اور احرام کے بعد بیع و شراء خرید و فروخت میں تم پر کوئی حرج نہیں ہے۔ [اس حدیث کو علامہ ابن جریر نے روایت کیا ہے ۳/۱۸۲]

شیخ محمد الامین الشثیطیؒ فرماتے ہیں علماء تفسیر متفق ہیں کہ اس آیت کی تفسیر یہ ہے کہ حاجی پر کوئی حرج نہیں کہ وہ ایامِ حج میں تجارت کرے بشرطیکہ مناسک حج ادا کرنے سے تجارت مانع نہ ہو۔ [انواء البیان ۵/۳۸۹]

دنیوی منافع میں سے وہ بھی ہے جو حجاج کو قربانیوں اور ذبائح کے نوع سے حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ﴿لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَىٰ الْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ ”ان میں تمہارے لئے ایک مقررہ وقت تک کا فائدہ ہے پھر انکے حلال ہونے کی جگہ خانہ کعبہ ہے۔“

اسمیں کوئی شک نہیں کہ حاجی کو حج میں جو دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ ان دنیوی منافع سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ حج کا عظیم اجر و ثواب گناہوں کی مغفرت اور سیئات کا کفارہ ہے جو فوائد حاجی کو حاصل ہوتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنے حج میں اللہ کے احکام کو اور منہیات کو بجا لا کر تقویٰ شعار ہو، اس سے بڑی خوش بختی کیا ہو سکتی ہے کہ حاجی اپنے حج سے ایسا ہی لوٹے جیسے ماں کے شکم سے گناہوں سے پاک و صاف پیدا ہوا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

﴿فَمَنْ تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَأَخَّرَ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ [سورة البقرة: ۲۰۳] ”دو دن کی جلدی کرنے والے پر بھی کوئی گناہ نہیں اور جو پیچھے رہ جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں یہ پرہیزگار کیلئے ہے۔“

علامہ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد جس قول کو لیا وہ یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص منی کے تین دنوں میں سے دو دن میں جلدی کرے کہ دوسرے ہی دن کوچ کر جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو مٹا دیا اگر اس نے اپنے حج میں تقویٰ اختیار کیا ہو اور ان چیزوں سے بچا ہو جن سے بچنے کا اللہ تعالیٰ نے اس کو حکم دیا ہے اور ان چیزوں کو انجام دیا ہو جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی ہو ان حدود میں جن کا اللہ تعالیٰ نے اس کو مکلف بنایا تھا اور جو شخص منی کے تین دنوں میں سے تیسرے دن تک مؤخر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس کے گناہوں کا کفارہ بنے گا اگر وہ اپنے حج میں اللہ تعالیٰ کی حدود ادا کر کے متقی اور پرہیزگار رہا ہو۔ [جامع البیان: ۳۰۹/۳]

پھر علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس معنی میں بہت سی احادیث رسول ﷺ کا تذکرہ کیا۔ اس میں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور اس دوران

کوئی گناہ یا کوئی یا وہ گوئی نہ کی تو گناہوں سے پاک ایسے ہی ہوگا جیسے کہ اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ [اس کو بخاری نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۵۲۱) اور مسلم نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۱۳۵)]

نیز رسول اللہ ﷺ کہ حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔ [اس کو مسلم نے روایت کیا (حدیث نمبر ۱۱۳۹)]

ایک موقع پر فرمایا حج اور عمرہ کے درمیان تسلسل کو قائم رکھو کیونکہ وہ دونوں فقیری اور گناہوں کو ختم کر دیتے ہیں جس طرح کہ بھٹی لوہے کے میل کچیل کو صاف کرتی ہے۔ [اس کو نسائی نے روایت کیا ۱۱۵/۵، اور طبرانی نے بھی المعجم الکبیر میں روایت کیا (حدیث نمبر ۱۱۱۹۶) اور شیخ البانی نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ میں صحیح کہا (حدیث نمبر ۱۱۳۰)]

تو ان نصوص واولہ سے واضح ہوتا ہے کہ جس نے حج کو اللہ تعالیٰ کی منتعین کردہ حدود میں ادا کیا تو وہ اپنے گناہوں سے ضرور بری ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقَى﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اس کو انجام دے کر اور نواہی سے پرہیز کر کے۔

بے شک یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس کو پانے میں مؤمنین کے دل جلدی کرتے ہیں اور نفوس صادقہ اس کی طلب میں حریص ہوتے ہیں۔ کیا ہی عظیم فضیلت اور بڑے فائدے کی بات ہے کہ جب حاجی وطن لوٹتا ہے تو

استقامت سے آباد ہو۔

یہ بھی یاد رہے کہ اس اجر کا حصول مشروط ہے کہ حج کو صحیح طریقے پر اخلاص اور سچائی تو بہ نصوحہ کے ساتھ گناہوں اور لغویات سے بچتے ہوئے انجام دیا جائے۔ پس جب ایسا ہوگا تو حاجی اس روح افزا حالت میں واپس لوٹے گا جس کا ذکر حدیث میں مذکور ہے۔



اس کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں اور وہ اپنے گناہوں سے پاک و صاف ہوتا ہے کہ جیسے کہ اس کی ماں نے اسے ابھی جنا ہے اس کا کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنے حج میں تقویٰ شعار رہا ہو۔

بلکہ رب کریم کا احسان و کرم دیکھیں کہ وہ حجاج پر اپنے فرشتوں سے فخر کرتا ہے کہ دیکھو عرفہ کی سرزمین پر وہ کیسے کھڑے ہیں، وہ کہتا ہے: میرے بندوں کو دیکھو کہ پرانگندہ بالوں، غبار آلود کپڑوں کے ساتھ تمام دور دراز راہوں سے حاضر ہوتے ہیں میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو معاف کر دیا۔ ابن خزیمہ نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا (حدیث نمبر ۲۸۳۰) علامہ البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ میں (حدیث نمبر: ۶۷۹) پہلے جملہ (یعنی میرے بندوں کو دیکھو کہ پرانگندہ بالوں، غبار آلود کپڑوں کے ساتھ میرے پاس آتے ہیں) کا شاہد ہے احمد کی روایت میں عبد اللہ بن عمرو بن العاص کی روایت سے ۲۲۳/۳ اور مسند احمد ہی میں ابو ہریرہ کی روایت سے دوسرا شاہد ہے ۳۰۵/۲، اور ابن خزیمہ کی روایت میں بھی اس کا شاہد ہے (حدیث نمبر ۲۸۳۰) اور حاکم کے یہاں بھی مستدرک میں اس کا شاہد موجود ہے ۴۶۵/۱ اس کے علاوہ دیگر کتب میں بھی اس کا شاہد موجود ہے]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حاجی اپنے حج سے بہت بڑے فائدے اور نفع کے ساتھ لوٹتا ہے اور وہ گناہوں کی مغفرت ہے۔ تو چاہئے کہ حج کے بعد وہ ایک نئی زندگی کا آغاز کرے جو ایمان و تقویٰ سے پر ہو بھلائی اور

تیسرا سبق

تلبیہ میں توحید کی ضیاء باری

مسلمان جن دروس و اسباق کو حج بیت اللہ کے دوران اخذ کرتا ہے ان میں عظیم ترین سبق یہ ہے کہ تمام عبادتوں کو صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی خاطر انجام دینا چاہئے، تو مسلمان حج کے پلیٹ فارم سے جو اعلان سب سے پہلے کرتا ہے وہ توحید کی صدا ہے اور شرک کا ابطال ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے:

لبیک اللہم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمۃ لک والملك لا شریک لک

”میں تیرے سامنے حاضر ہوں اے اللہ! حاضر ہوں کوئی تیرا شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اور بادشاہت بھی تیری ہی ہے تیرا کوئی شریک نہیں“

مسلمان اس تلبیہ کو بلند آواز سے کہتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اس کا مطلب اللہ وحدہ لا شریک لہ کو عبادت میں ایک جاننا اور شرک سے دور رہنا ہے تو جیسے اللہ انعام و عطاء میں لا شریک ہے اسی طرح وہ توحید میں

لا شریک اس کا کوئی شریک و ہمسر نہیں، پس اس کے علاوہ کسی کو نہ پکارا جائے اس کے علاوہ کسی پر توکل نہ کیا جائے اور نہ مدد مانگی جائے اس کے علاوہ کسی اور سے، عبادتوں کو اسی کیلئے خاص کیا جائے، تو جیسے بندے سے یہ مطالبہ ہے کہ وہ حج میں صرف اللہ جل شانہ کا تقرب حاصل کرے اسی طرح اس سے یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ اپنی تمام عبادتوں میں اس کی قربت کا خوگر ہو، تو جس نے بھی عبادات میں سے کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے کی اس نے شرک کیا، اور وہ خسارے میں رہا اس کے اعمال غارت ہو گئے قیامت میں اس کا کوئی حیلہ کارگر ہوگا نہ اس کا فدیہ قبول ہوگا۔

اسلام نے ایک عظیم تلبیہ کا قانون مقرر فرمایا جس میں توحید باری تعالیٰ کا اقرار اور صغیر و کبیر شرک سے دوری کا عہد ہے، جبکہ بتوں کے پجاری مشرکین حج میں تلبیہ کہتے وقت شرک کیا کرتے تھے چنانچہ وہ لبیک لا شریک لک إلا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک کہا کرتے تھے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ جو تیرا شریک ہے تو اس کا مالک ہے اور اُس چیز کا جس کا وہ (شریک) مالک ہے۔

پس وہ تلبیہ میں اللہ کے ساجھی ٹھہراتے اور ان کی ملکیت اللہ کیلئے گرانے تھے، قرآن مجید میں اللہ رب العالمین نے یہی بیان فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ [سورة يوسف: ۱۰۶]
 ”ان میں سے اکثر لوگ باوجود اللہ پر ایمان رکھنے کے مشرک ہی ہیں۔“
 یعنی ان میں اکثر ایمان نہیں لائے کہ اللہ خالق ہے، رازق و مدبر ہے مگر وہ شریک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے بتوں کو جو کسی چیز کا مالک نہیں اور نفع نقصان دیتے ہیں نہ ہی کسی کو دیتے اور روکتے ہیں، بلکہ وہ ان چیزوں کے خود بھی مالک نہیں چہ جائیکہ وہ دوسروں کو یہ چیزیں دیں۔

علامہ ابن جریر طبری نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ان کا ایمان اتنا تھا کہ جب ان سے کہا جاتا کہ آسمان کس نے پیدا کیا زمین کس نے بنائی پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہتے اللہ نے، اس کے باوجود وہ مشرک تھے۔

عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ ان سے سوال کرتے کہ ان کو کس نے بنایا آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا؟ وہ کہتے اللہ نے، تو یہ ان کا اللہ پر ایمان تھا، اس کے ساتھ ساتھ وہ غیر اللہ کی عبادت بھی کرتے۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان کا ایمان یہ تھا کہ وہ کہتے تھے: اللہ ہمارا خالق ہے ہمارا رزق دینے والا ہے، ہم کو مارنے والا ہے، تو یہ ایسا ایمان ہے جس کے ساتھ وہ غیر اللہ کو بھی عبادت میں شریک جانتے تھے۔

ابن زید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اللہ پر ضرور یقین رکھتا ہے، وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا پالنے والا ہے اللہ تعالیٰ اس کا خالق ہے رازق ہے لیکن اسکے باوجود وہ اسکے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا تھا:

﴿قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ * أَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ الْأَقْدَمُونَ * فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ﴾ [سورة النمر: ۷۵-۷۷]

”کچھ خبر بھی ہے جنہیں تم پوجھ رہے ہو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا وہ سب میرے دشمن ہیں، بجز سچے اللہ تعالیٰ کے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔“

ان کو پتہ تھا کہ وہ رب العالمین کی عبادت کرتے تھے اور اس کے علاوہ اور چیزوں کی بھی عبادت کرتے تھے، فرمایا کہ جو بھی شرک کرتا ہے وہ اللہ پر ایمان ضرور رکھتا ہے۔ دیکھیں کہ عرب تلبیہ کہتے تھے لیک لا

شریک لک إلا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک ”ہم حاضر ہیں اے اللہ تیرا کوئی شریک نہیں مگر وہ شریک جس کو تو نے اپنا شریک بنایا تو اس کا مالک ہے اور اس کا جس کا وہ (شریک) مالک ہے۔“ مشرکین مکہ یہی کہتے تھے۔ [جامع البیان ۸/۷۷-۷۸]

نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مشرکین اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ ان کا خالق ان کا رازق ان کے معاملات کا تدبیر کرنے والا اللہ ہی ہے لیکن اس کے باوجود وہ دین کو صرف اللہ کیلئے نہیں مانتے تھے بلکہ وہ اللہ کی عبادت میں درختوں، پتھروں اور بتوں کو شریک ٹھہراتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں بہت سے مقامات پر اس مسئلہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا

﴿وَلَمَّا سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَیْقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّى يُؤْفَكُونَ﴾ [سورة العنکبوت: ۶۱]

”اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ زمین اور آسمان کا خالق اور سورج و چاند کو کام میں لگانے والا کون ہے تو ان کا جواب ہوگا اللہ تعالیٰ، پھر کدھرا لٹے جارہے ہیں!“

اس معنی کی بہت سی اور بھی آیتیں ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کیونکہ مشرکین کو جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ دوسروں کی عبادت کرتے تھے اعتراف تھا کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور سورج اور چاند، رات اور دن کے مسخر کرنے میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں اور وہ اس بات کو بھی مانتے تھے کہ وہ اپنے بندوں کا پیدا کرنے والا اور رزق دینے والا ہے اس کا بھی اقرار کرتے تھے کہ آجال کا مقرر کرنے والا اور روزیوں میں تفاوت رکھنے والا وہی ہے اس نے امیر کو امیر اور غریب کو غریب کچھ مصلحتوں کیلئے بنایا جو وہی جانتا ہے۔ آگے وہ فرماتے ہیں کہ وہ تباہی اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے اور ان کا نظم و نسق قائم کرنے والا ہے جب بات ایسی ہے تو اس کا غیر کیوں پوجا جائے؟ اسکے علاوہ پر توکل کیوں کیا جائے؟ جس طرح وہ اپنی ملکیت میں اکیلا ہے اسی طرح عبادت بھی اس کیلئے ہی کی جائے، اللہ تبارک و تعالیٰ مقام الہیت کو توحید ربوبیت کے اعتراف کے ذریعے بہت زیادہ ثابت کرتے ہیں اور مشرکین بھی اس کا اعتراف کرتے تھے جیسا کہ وہ تلبیہ میں کہتے تھے لیک لا شریک لک إلا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک [تفسیر ابن کثیر: ۳۰۱/۶]

قرآن کریم میں یہ بات بہت زیادہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے کفار پر توحید عبودیت پر حجت قائم کی گئی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ ان کو

توحید ربوبیت کے باب میں استفہام تقریری سے مخاطب فرماتے ہیں جب وہ اس بات کا اعتراف کرتے ہیں تو ان پر حجت قائم کی جاتی ہے کہ جو ربوبیت میں اکیلا ہے وہ عبادت میں اکیلا کیوں نہیں، عبادت میں شرک پر انکار کرتے ہوئے ان کو اللہ رب العالمین نے ڈانٹا ہے باوجودیکہ وہ اعتراف کرتے تھے کہ اللہ ربوبیت میں اکیلا ہے، اس لئے کہ جو شخص اس بات کا اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ ربوبیت میں تھا ہے تو اس پر لازم آتا ہے کہ وہ عبادت بھی خالص اسی کی کرے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ صرف اس بات کا اقرار کرنا کہ اللہ رازق ہے خالق ہے انعام کرنے والا ہے کائنات کے معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے توحید کے باب میں کافی نہیں اور نہ ہی اتنا کچھ قیامت میں عذاب جہنم سے اس کو بچا سکتا ہے جب تک کہ تمام عبادتوں کو خالص اللہ تعالیٰ کیلئے انجام نہ دے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توحید تک قبول نہیں فرمائینگے جب تک کہ توحید ربوبیت کے ساتھ ساتھ توحید عبودیت (توحید الوہیت) کا اقرار نہ کریں، کہ وہ اللہ کا ہمسر کسی کو نہ جانیں اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی اور کو پکاریں اور توکل بھی صرف اس پر کریں اور عبادت بھی صرف اسی کیلئے کریں تو جس طرح اللہ تعالیٰ پیدا کرنے میں لاشریک ہے وہ عبادت کی تمام اقسام میں لاشریک ہے۔

اسی لئے اللہ رب العالمین نے ان لوگوں سے کہا جنہوں نے عبادت کو غیر اللہ کے لئے پھیر دیا باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ وہ ان کا خالق اور رازق ہے:

﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ [سورة البقرة: ۲۲]

”یعنی تم جانتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بناؤ“

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو شریک و ہمسر نہ بناؤ جو غیر نہ نفع دیتے ہیں اور نہ نقصان، باوجودیکہ تمہیں علم ہے کہ تمہارا رزق دینے والا اس کے بغیر کوئی نہیں اور تمہیں یہ بھی علم ہے کہ جس توحید کی طرف تم کو رسول اللہ ﷺ بلاتے ہیں وہی وہ حق ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔ اس حدیث کو ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے ۱/۱۶۳

قائدہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا پھر بھی تم اللہ تعالیٰ کا ساجھی مانتے ہو۔ اس حدیث کو ابن جریر نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے ۱/۱۶۳

امت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ نے توحید الوہیت، توحید ربوبیت اور توحید الاسماء والصفات کی رہنمائی کر کے ایک بہت بڑا انعام کیا ہے، ان پر یہ بھی عظیم احسان ہے کہ ان کو ایسے تلبیہ کی رہنمائی کی جس میں توحید باری تعالیٰ

جھلکتی ہے جب کہ اس سے قبل لوگ ایسا تلبیہ پکارتے تھے جس میں شرک و ہمسری کے گیت گائے جاتے تھے، تو اللہ وحدہ لا شریک لہ کی تعریفیں کہ اس نے اس توحید کی توفیق دی اور انعام کیا اور صحیح رہنمائی کی اس کی حمد اسی طرح جس طرح وہ پسند کرے۔



چوتھا سبق

تلبیہ میں شرک کا رد اور اس سے اجتناب کا درس

تلبیہ کی فضیلت کا بیان ہو چکا اور یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی صداؤں اور شرک کو اتار پھینکنے کے نعروں کو شامل ہے، اسلئے صحابی جلیل جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کے حج کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے توحید کا نعرہ بلند کیا لبیک اللہ لبیک لبیک لا شریک لک لبیک، إن الحمد والنعمۃ لک والملك لا شریک لک [صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۱۸)] ”اسکا ترجمہ گزر چکا ہے“

تو اس تلبیہ کو توحید کا شاہکار فرمایا اس لئے کہ اس میں توحید کا اعلان اور شرک کا ابطال ہے اور اس امر پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ تلبیہ کے یہ کلمات صرف الفاظ ہی نہیں جن کے معنی کچھ بھی نہ ہوں بلکہ انکے بہت ہی عظیم معانی ہیں اور وہ دین اسلام کی روح، بنیاد اور وہ اساس ہے جس پر اللہ کی توحید مبنی ہے۔

اسی لئے ان کلمات تلبیہ کو ادا کرنے والے پر واجب ہوتا ہے کہ وہ

ان کے معانی کو ذہن میں رکھے اور اس کے مطلب کو پہچانے تاکہ وہ اپنے تلبیہ میں سچا ہو اس کا کلام اس کے حقیقت حال کے موافق ہو کہ وہ توحید کو تھا سے اس کی حفاظت کرتے ہوئے توحید کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے اس کے نواقض سے مکمل اجتناب کرتے ہوئے شرک و سمیری سے پرہیز کرتا ہو جب وہ مانگے، تو اللہ تعالیٰ سے مانگے توکل کرے تو اسی پر، مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ ہی سے، عبادت کی کوئی بھی قسم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کیلئے نہ کرے کہ جس کے ہاتھ میں دینا اور روکنا ہے پھیلا نا اور سمیٹنا ہے نفع و نقصان ہے۔

﴿أَمَّنْ يَجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ إِلَهَ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ﴾ [النمل: ۶۲]

”بے کس کی پکار کو جب کہ وہ پکارے کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کا نائب بنایا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو“

مسلمان جب تلبیہ میں (لا شریک لک) کہتا ہے تو اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ شرک کی حقیقت کا جاننے والا ہو اور اس کے خطرات سے آگاہ ہو اس میں واقع ہونے سے اجتناب کرتا ہو اس کے اسباب و وسائل اور طریقوں میں گرفتار ہونے سے مکمل پرہیز رکھتا ہو، کیونکہ شرک سب

سے بڑا گناہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہوتی ہے اسی لئے دنیا اور آخرت میں اس کی سزا وہ مقرر ہوئی جو کسی دوسرے گناہ کی نہیں مثلاً مشرکین کے خون کا حلال ہونا اور ان کے اموال کا مباح ہونا ان کی اولاد اور عورتوں کا جائز ہونا، تو بہ کے بغیر مغفرت نہ ملنا وغیرہ، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ [النساء: ۳۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شریک کئے جانے کو نہیں بخشتا اور اس کے سوا جس کو چاہے بخش دیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مقرر کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا“۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾ [النساء: ۱۱۶]

”اللہ تعالیٰ قطعاً نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک مقرر کیا جائے ہاں شرک کے علاوہ گناہ جس کے چاہے معاف فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والا بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا“۔

مزید فرمایا:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ﴾ [سورة المائدة: ۷۲]

”جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرائے گا تو اس پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔“

نیز فرمایا:

﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَا يُحِبُّنَّ غَمْلَكَ وَلِتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ [الزمر: ۲۵-۲۶]

”آپ کی طرف اور آپ سے پہلے نبیوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر (بفرض محال) آپ نے شرک کیا تو آپ کے اعمال غارت ہوں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں ہونگے بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کر اور شکر گزاروں میں سے ہو جائے۔“

قرآن کریم میں اس معنی کی آیتیں بکثرت ہیں جن میں اللہ رب العالمین اپنے بندوں کو شرک کرنے سے ڈراتے ہیں اور اس کے خطرات کی شدت کو واضح فرماتے ہیں اور اس کے کرنے والے کا دنیا و آخرت میں برا انجام بیان کرتے ہیں۔

تو شرک کا انجام بہت ہی برا ہے اور اس کی انتہا دردناک ہے، اس

کے خطرات بھیانک ہیں، مشرک اس کے پیچھے سوائے ناکامی اور محرومی ذلت اور خسارے کے کوئی فائدہ نہیں کما سکتا، اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا سب سے عظیم پر تو شرک ہی ہے، کیونکہ وہ سب سے بڑا ظلم ہے کیونکہ وہ رب العالمین کی تنقیص کو شامل ہے صرف اللہ تعالیٰ کے حق کو دوسرے کے جانب پھیرنا اس کا طرہ امتیاز ہے، اللہ تعالیٰ کا ساجھی ٹھہرانا اس کا عبرتناک انجام ہے، اس لئے بھی کہ وہ خلق و امر کے مطلب کی ضد ہے، تمام طریقوں سے اس کے منافی ہے اس میں رب العالمین سے عناد و دشمنی کی انتہاء ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جھکنے سے اعراض کی دعوت ہے اور اس لئے بھی کہ اس میں مخلوق کو خالق تعالیٰ سے تشبیہ دینے کا شاخسانہ ہے اس شخص کو جو اپنے نفع و نقصان اپنی موت و زندگی کا مالک نہیں اس ذات باری تعالیٰ کے مشابہ کیسے کہا جاسکتا ہے جس کی کائنات ہے جس کی بادشاہت ہے جس کے ہاتھ سب بھلائی ہے جس کی جانب تمام امور لوٹائے جائینگے، پس بے شک تمام امور کی باگ ڈور اس کے ہاتھ میں ہے اور ان کا مرجع بھی وہی ذات باری تعالیٰ ہے جو چاہے وہ ہوگا جو نہ چاہے نہیں ہوگا جس کو وہ دے اس کو کوئی روک نہیں سکتا جس کو وہ روکے کوئی دے نہیں سکتا جب لوگوں کیلئے رحمت کے دروازے وا کرتا ہے ان کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جب بند کرے تو

حج توحید کے آئینے میں اس کے بعد اس کو کھولنے والا کوئی نہیں۔

بلاشبہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ شرک سے حد درجہ بچے اور اس میں واقع ہونے سے ڈرے، دیکھئے خلیل اللہ نبی اللہ ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام اپنی دعا میں گڑگڑاتے ہیں:

﴿وَاجْتَنِبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ۖ رَبِّ إِنَّهُمْ أَضَلُّونَ كَثِيرًا مِّنْ النَّاسِ﴾ [سورة ابراهيم: ۳۵-۳۶]

کہ اے اللہ مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بتوں کی پوجا سے بچا اے میرے رب انہوں نے بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو خوف ہوا تو اپنے رب سے دعا کی کہ مجھ کو بھی اور میری اولاد کو ان کی عبادت کرنے سے بچا۔ یہ تو خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کا حال ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ رہے ہیں مجھ کو بچا اور میرے بیٹوں کو بچا بتوں کی پرستش سے، تو دوسرے لوگوں کا کیا حال ہوگا، جیسا کہ ابراہیمؑ اتنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد کون آزمائشوں سے بے خوف رہ سکتا ہے اس کو ابن جریر نے تفسیر میں روایت کیا ہے ۲۲۸/۸

تو زندہ دل کیلئے اس میں تازیانہ عبرت ہے کہ شرک سے ڈرتا رہ اور اس سے بچتا رہ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے مانگتا رہ کہ وہ تمہیں اس سے محفوظ رکھے اور اس میں بندہ مؤمن سے مطالبہ بھی ہے کہ اس کو شرک کی حقیقت کا

حج توحید کے آئینے میں

علم ہونا چاہئے شرک کے اسباب کی معرفت ہونی چاہئے شرک کی مبادیات اور انواع پر نظر ہونی چاہئے تاکہ وہ اس میں نہ پڑے اس لئے حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بھلائی کا سوال کرتے تھے اور میں برائی اور شر کے متعلق سوال کرتا تھا اس ڈر سے کہ میں برائی میں نہ پڑ جاؤں۔ اس حدیث کو امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی صحیحین میں روایت کیا ہے، صحیح بخاری (حدیث نمبر ۳۶۰۶) اور صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۸۴۷)

اور وہ اس لئے کہ جو شخص صرف بھلائی اور خیر کو پہچانتا ہے جب کبھی اس کے پاس شر اور برائی پہنچتی ہے اس حال میں کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ شر ہے پھر یا تو وہ اس میں واقع ہو جاتا ہے یا وہ اس کا انکار اس طرح نہیں کرتا جس طرح اس کو جاننے والا اس کا انکار کرتا ہے۔ اس بناء پر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا (إنما تنقص عری الإسلام عروة إذا نشأ في الإسلام من لم يعرف الجاهلية) [دیکھئے الفوائد لابن القيم مع تعلیق ص ۲۰۱]..... ”اسلام کی گرہیں ایک ایک کر کے کٹتی جائیں گی جب اسلام میں وہ شخص پیدا ہو جس نے جاہلیت کو نہ پہچانا ہو۔“

بلاشبہ شرک سے دوری اور توحید خالص ایک ایسی بنیاد ہے کہ ہر نیکی جس سے بندہ اللہ تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتا ہے خواہ وہ حج ہو یا کوئی اور عبادت، اس کو اسی بنیاد پر استوار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ حج میں ارشاد فرمایا

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۖ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ الْفَقِيرِ ۖ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۖ ذَلِكَ وَمَنْ يُعْظَمْ حُرْمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَأَجَلْتُ لَكُمْ الْأَنْعَامَ إِلَّا مَا بَطَلَىٰ عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ۖ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ﴾ [سورة الحج: ۲۷-۳۱]

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دے لوگ تیرے پاس پا پیادہ بھی آئیں گے اور دبلے پتلے اونٹوں پر بھی دور دراز کی تمام راہوں سے آئیں گے۔ اپنے فائدے حاصل کرنے کو آجائیں اور ان مقررہ دنوں میں اللہ تعالیٰ کا نام یاد کریں ان چوپایوں پر جو پالتو ہیں پس تم آپ بھی کھاؤ اور بھوکے فقیروں کو بھی کھلاؤ پھر وہ اپنا میل کچیل دور کریں اور اپنی نذریں پوری کریں اور اللہ تعالیٰ کے قدیم گھر کا طواف کریں یہ ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حرمتوں کی تعظیم کرے اس کے اپنے لئے اس کے رب کے پاس بہتری ہے

اور تمہارے لئے چوپائے جانور حلال کر دیئے گئے بجز ان کے جو تمہارے سامنے بیان کئے گئے ہیں پس تمہیں بتوں کی گندگی سے بچتے رہنا چاہئے اور جھوٹی بات سے بھی پرہیز کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کی توحید کو مانتے ہوئے اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتے ہوئے سنو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرنے والا گویا آسمان سے گر پڑا اب یا تو اسے پرندے اچک لے جائیں گے یا ہوا کسی دور دراز کی جگہ پھینک دے گی۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حج کے سیاق میں شرک سے ڈرایا اور اس سے بچنے کا حکم دیا، اس کی قباحت اور برا انجام ذکر کیا اور بیان فرمایا کہ اس کا کرنے والا اس فعل سے ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ وہ آسمان سے گرا تو پرندوں نے اسے اچک لیا یا ہوانے اس کو کسی گہری کھائی میں پھینک دیا جیسا کہ اللہ رب العزت نے گزشتہ آیات میں اپنے نبی ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو بیت اللہ کے پاک کرنے کا حکم دیا اس جگہ ٹھکانا بنانے کے بعد اور اس کو شرک سے منع کیا، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾

”اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع

سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا۔

تو اس طرح حج سے متعلق آیات شرک کی نفی اور اس سے بچنے اور اس کے برے انجام کے بیان سے بھری پڑی ہیں جو واضح دلالت کرتی ہیں اس بات پر کہ شرک بری چیز ہے اور اسکے خطرات عظیم ہیں، ہم کو اور آپ کو اللہ شرک سے محفوظ رکھے اور قول و عمل میں ہمیں اخلاص کی دولت سے مالا مال کرے۔



پانچواں سبق

تلبیہ کے کچھ فوائد کے بیان میں

بلاشبہ تلبیہ کے کلمات کا عظیم مقام ہے اور اس کے معانی بہت ہی گہرے ہیں توحید کے اثبات اور شرک کے ابطال پر تلبیہ کے کلمات کے اثرات پر بات گزر چکی ہے، یقیناً وہ عظیم کلمات ہیں جن کے معانی بھی عظیم ہیں، مقاصد جلیل ہیں اور فوائد کثیر ہیں، اہل علم نے ان کلمات کی بلندی اور ان کے منافع و فوائد سے باخبر کیا ہے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”تہذیب السنن“ میں اس پہلو پر مکمل شرح و بسط کے ساتھ کلام کی ہے۔

[تہذیب السنن ۲/۳۳۷-۳۳۸]

چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ کلمات تلبیہ عظیم قواعد اور فوائد جلیلہ پر مشتمل ہیں پھر آپ نے اکیس فائدے ذکر کئے ہیں۔ میں یہاں پر ان فوائد میں سے بعض کو مختصراً ذکر کروں گا ان فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کا لبیک کہنا پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے کو اور کسی بلائے والے کے بلاؤے کے جواب دینے کو شامل ہے، اور عقلاً یا لغتاً یہ صحیح نہیں ہے کہ ایسے آدمی کو جواب دیا جائے جو نہ بولتا ہو اور نہ جواب دینے والے کو پکارتا ہو تو اس سے ثابت

ہوا کہ اللہ تعالیٰ کیلئے بولنے کی صفت ثابت ہے یعنی اللہ جل شانہ بولتا ہے اور بات کرتا ہے (ایسا نہیں کہ وہ بولتا نہ ہو اور نہ ہی بات کرتا ہو)۔

اور اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ لبیک کہنے میں محبت کا اظہار ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ لفظ اس کو بولا جاتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اور یہ لفظ اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی کی تعظیم مقصود ہو، اس لئے اس لفظ کے معنی میں کہا گیا ہے کہ (اَنَا مُوَاْجِهٌ لَّكَ بِمَا تُحِبُّ) ”میں تیری طرف تیری شایان شان توجہ دیتا ہوں“..... اور اسی طرح کہا جاتا ہے (اَمْرًا لِّبَنَاتٍ) ”اپنے بچے سے محبت کرنے والی عورت“۔

اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بندگی کے دوام کے التزام کو شامل ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ اقامہ سے ہے یعنی میں مقیم ہوں تیری اطاعت پر۔

نیز تلبیہ انتہائی خضوع کو شامل ہے کہا جاتا ہے (اَنَا مُلَبٌّ بَيْنَ يَدَيْكَ) ”میں تیرے سامنے خضوع کرنے والا ہوں“..... وہ اخلاص وللہیت کو بھی شامل ہے اسی لئے کہا جاتا ہے (اِنَّهَا مِنْ اللّٰبِ) ”وہ خالص ہے“۔

اس میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ رب العلمین کیلئے صفت سماعت کا اقرار ہے اس لئے کہ یہ بات محال ہے کہ آدمی اس ذات کو لبیک کہے یعنی میں حاضر ہوں جو اس کی پکار یا جواب کو مستانہ ہو۔

اس میں تقرب الہی کا ارشاد بھی ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تلبیۃ الباب سے ہے اس کے معنی تقرب کے آتے ہیں۔

انہی فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ تلبیہ کو احرام کا ایک شعار قرار دیا گیا ہے ایک حالت سے دوسری حالت کے طرف منتقل ہونے کی ایک علامت بنائی گئی ہے جیسا کہ نماز میں تکبیر کو ایک رکن سے دوسرے رکن کی جانب منتقل ہونے کا سبب بنایا گیا ہے۔ اسی لئے طواف کے شروع کرنے تک تلبیہ کو سنت کہا گیا جو نبی طواف شروع ہو تلبیہ بند کر دے، پھر جب طواف کے بعد عرفہ تک جائے تو تلبیہ کہے وہاں بند کر دے جب وہاں سے چلے تو مزدلفہ آنے تک تلبیہ کہتا رہے وہاں پر بند کر دے پھر جمرہ عقبہ تک تلبیہ کہتا رہے وہاں بند کر دے تو تلبیہ مناسک حج میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہونے کی علامت ہے تو حاجی جب ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف منتقل ہو (لبیک اللہم لبیک) کہے جس طرح نمازی ایک رکن سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتے وقت اللہ اکبر کہتا ہے جب مناسک حج سے فارغ ہو تو تلبیہ کو بند کر دے جیسا کہ نمازی کا سلام اس کی تکبیروں کو بند کرنے والا ہوتا ہے۔

اس کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ توحید کی نشانی ہے جو کہ حج کی روح اور اصل ہے بلکہ وہ تمام عبادات کی روح اور مغز ہے۔ اسی لئے تلبیہ اس

عظیم عبادت کی چابی ہے کہ جس کے ذریعے وہ اس میں داخل ہوتا ہے۔

اسکے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جنت کی چابی ہے اور اسلام کے دروازے کو شامل ہے کہ جسکے ذریعے وہ اس کی طرف داخل ہوتا ہے اور وہ اخلاص کا کلمہ ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں۔

اس کے منافع میں سے یہ بھی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تعریف پر مشتمل ہے جو قربت الہی حاصل کرنے کا سب سے پسندیدہ ذریعہ ہے اور جنت میں سب سے پہلے لواء الحمد والے ہی بلائے جائیں گے، اور وہ نماز کی ابتداء و انتہاء ہے اور اس کے منافع میں سے یہ بھی ہے کہ تلبیہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف بھی ہے اسی لئے الف لام استغراقیہ کے ذریعے اس کو معترف بنایا یعنی تمام نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اے اللہ تو عطا کرنے والا ہے اور دینے والا ہے۔

اس کے منافع میں یہ بھی شامل ہے کہ ملک سب کا سب اللہ وحدہ لا شریک لہ کے لئے ہے درحقیقت اس کے علاوہ کسی کا ملک نہیں۔

اسی طرح تلبیہ میں ملکیت نعمت اور تعریف کا اجتماع ہوا جو کہ تعریف کا ایک دوسرا انداز ہے یعنی ملکیت جو کہ قدرت و طاقت کو متضمن ہوا ایسی نعمت کے ساتھ ملے جو نفع احسان اور رحمت پر مشتمل ہو اور پھر وہ ایسے حمد سے ملیں جو ایسی عظمت و بلندی کو شامل ہو جو محبت کا تقاضا کرتی ہو تو اس میں عظمت

و کمال و اجلال کا وہ مقام ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔ اور بندے کا یہ تلبیہ کہنا اور اس کی معرفت کا حصول کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دل کو کھینچتی اور اس کی جانب متوجہ کرتی ہے محبت کے تمام دواعی کے ساتھ یہی عبادت کا مقصود اعظم ہے۔

اور فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

(افضل ما قلت أنا والنبيون من قبلي: لا إله إلا الله وحده لا

شریک له: له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير)

سب سے اچھی بات جو میں نے اور مجھ سے قبل انبیاء نے کہی وہ (لا إله إلا الله وحده لا شریک له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير) ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے بغیر معبود برحق کوئی نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کی بادشاہت ہے اور اس کی ہی تعریف ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، تلبیہ یعنی ان کلمات و معانی کو شامل ہے۔

تلبیہ کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ایسے رد کو شامل ہے جو اللہ تعالیٰ کی توحید اسماء و صفات میں ابطال و قطل کرنے والوں پر ہے۔ وہ مشرکین کے قول کا رد کرتی ہے باوجودیکہ ان کے فرقے جدا گانہ اور ان کے مقالات مختلف ہیں۔ وہ فلاسفہ اور ان سے متاثرین معطلہ کی تردید کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں تعطیل کرتے ہیں جو حمد سے متعلق ہیں اس میں

اس امت کے مجوس قدریہ کی تردید ہے جنہوں نے افعال عباد کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور قدرت سے خارج جانا انہوں نے ان افعال پر اس کی قدرت کا انکار کیا اور اس کا بھی انکار کیا کہ وہ ان کا خالق ہے، تو جو شخص ان کلمات کا معنی سمجھے اور اس کی گواہی دے اس پر یقین کرے وہ تمام معطلہ فرقوں سے الگ ہو جائے گا۔

تلبیہ کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی کو لوٹانے میں ایک نقطہ ہے وہ یہ کہ اس نے لبیک کہنے کے بعد لا شریک لک کہا پھر ان الحمد والنعمه لک والملک کے بعد دوبارہ لا شریک لک کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس طرح حمد، نعمت اور ملک میں وہ لا شریک ہے اس طرح وہ اس دعا کو قبول کرنے میں لا شریک ہے تلبیہ کا حال اس آیت کریمہ سے بہت زیادہ ملتا جلتا ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَانِمًا بِالْقُسْطِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [آل عمران: ۱۸]

”اللہ تعالیٰ، فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ عدل کے ساتھ دنیا کو قائم رکھنے والا ہے اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔“

تو آیت کے شروع میں معبود برحق ہونے کی خبر دی اور یہ اس کی گواہی

فرشتوں کی اور اہل علم کی گواہی میں داخل ہے اور یہی مشہود یہ ہے پھر انصاف کے قیام کی خبر دی اور اس کو عدل کہتے ہیں تو قیام بالقسط کے ساتھ معبود برحق ہونے کی خبر دوبارہ لوٹائی، تو یہ تلبیہ کے کچھ فوائد و ثمرات ہیں اور بلا شک اس میں تقاضا ہے کہ کلمات تلبیہ کے معانی کو سمجھنے میں کتنی توجہ دینی چاہئے اور یہ کہ اس کو سمجھنے کا اہتمام کرنا بندے کو کس حد تک اس عبادت کے مکمل طریقے سے ادا کرنے میں مدد و معاون ہوگا۔



چھٹا سبق

بیت اللہ الحرام کا طواف

جن دروس کو حاجی بیت اللہ پہنچنے کے بعد حاصل کرتا ہے اور جس عبادت کو سرانجام دیتا ہے وہ طواف بیت اللہ ہے حاجی محسوس کرتا ہے کہ حجاج سب کے سب اس عظیم فریضہ کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے پورا کرتے ہیں اور اس کے حکم کی تعمیل میں انجام دیتے ہیں اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اس عبادت کی قدر و منزلت عظیم تر ہے مومنین کے دلوں میں اس کا عجیب اثر ہوتا ہے خصوصاً جب ایک بڑا جم غفیر ایک ہی لباس میں ایک ہی طریقہ پر بیت اللہ کے ارد گرد تہلیل و تہلیل تکبیر و تحمید اور رب کریم سے دعا کرتے ہوئے عاجزی و انکساری سے مانگتے ہوئے جمع ہوتے ہیں۔ سب کے سب سات چکر لگاتے ہیں حجر اسود سے شروع کر کے اس پر ختم کرتے ہیں، اور طواف یہی ہے کہ کعبہ کے گرد عبادت الہی کی نیت سے سات چکر کاٹے جائیں حجر اسود سے شروع کر کے اس پر ختم کرے بیت اللہ اپنے بائیں طرف رکھے۔

مسلمان یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع کرتے

ہوئے سرانجام دیتے ہیں اور جو شخص رسول اکرم ﷺ کی جتنی اتباع کرے گا اس کے حج کی قبولیت کی ضمانت اتنی ہی زیادہ ہے۔ طواف سب سے پہلا کام ہے جس کو حاجی مکہ پہنچنے کے بعد بروئے کار لاتا ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا

(إن أول شيء بدأ به حين قدم النبي ﷺ أنه نوضا ثم طاف)

[صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۶۴۱) صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۳۵)]

”یعنی مکہ پہنچتے وقت نبی اکرم ﷺ نے سب سے پہلے وضو فرمایا پھر طواف کیا۔“

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح مسلم میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے جب حج فرمایا تو اس میں یہ بھی ہے (حنسی إذا أتينا البيت معه استلم الركن فومل ثلاثا ومشى أربعا) [صحیح مسلم ۸۹۳/۲] ”جب ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ بیت اللہ کے پاس پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور پھر تین بار رمل فرمایا اور چار بار چلے۔“

اسی طرح بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: (إن رسول الله ﷺ كان إذا طاف في الحج والعمرة أول ما يقدم معي ثلاثة أطواف ومشى أربعة ثم سجد سجدتين

(اُی صلی رکعتین) ثم یطوف بین الصفا والمروة (صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۱۲۶۱) صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۲۶۱))

”رسول اللہ ﷺ جب حج و عمرہ میں طواف کرتے تو سب سے پہلے تین طواف میں دوڑتے اور چار چکروں میں چلتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے پھر صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتے۔“

بیت اللہ کا طواف کرنے کے دلائل بے شمار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ سے اس باب میں متواتر احادیث منقول ہیں جو اس بات کا اشارہ دیتی ہیں کہ یہ عمل قربت الہی اور اطاعت الہی کا سبب ہے اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بندوں سے پسند کرتا ہے۔ اسی لئے طواف کو ان کے لئے مشروع کیا ان کو اس کا حکم اور ترغیب دی اور اس کو مناسک حج میں سے قرار دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۖ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا أَمْرَ اللَّهِ وَالْإِنْسَانِ الْفَقِيرَ ۖ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ [سورہ حج: ۲۷-۲۹] ”ترجمہ گزر چکا ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم خلیل اللہ اور ان کے فرزند اسماعیل علیہما الصلوٰۃ

والسلام کو بیت اللہ کو پاک کرنے اور اس کی بنیادوں کو پختہ کرنے اور طواف کرنے اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے تیار رکھنے کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَهَدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَنَّ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [سورۃ البقرۃ: ۱۲۵]

”ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور رکوع و سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھو۔“

اور ارشاد ہوا:

﴿وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَنْ لَا تُشْرِكْ بِي شَيْئًا وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ﴾ [سورۃ الحج: ۲۶]

”اور جب کہ ہم نے ابراہیم کو کعبہ کے مکان کی جگہ مقرر کر دی اس شرط پر کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا اور میرے گھر کو طواف قیام رکوع و سجدہ کرنے والوں کیلئے پاک صاف رکھنا۔“

گذشتہ بیان سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ العتیق کا طواف عظیم اطاعت و عبادت ہے اللہ اس کو اپنے بندوں سے چاہتا ہے اس لئے طواف کو ان کیلئے مشروع کیا اور اس کا حکم دیا اور طواف کرنے پر ان کے لئے ثواب عظیم اور

اجر جزیل کا وعدہ کیا بلکہ طواف بیت اللہ حج کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جیسا کہ وہ عمرہ کے ارکان میں سے ایک رکن ہے جب ایسا ہے تو پتہ چلا کہ طواف کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عظیم ہے اس کا درجہ بہت بڑا ہے، کیونکہ حج اور عمرہ اس کے بغیر پورے نہیں ہوتے۔ مسلمان کو اس فریضے سے ایک عظیم سبق ملتا ہے کہ طواف صرف بیت اللہ کے ارد گرد جائز ہے۔ جیسا کہ سابقہ آیات و احادیث سے ثابت ہوا اور وہ اس سے بھی زیادہ ہیں جبکہ بیت اللہ کے علاوہ دیگر مقامات و مواقع کا طواف کرنا جائز نہیں بلکہ وہ ضلالت و گمراہی اور دنیوی مقامات و مواضع کو اللہ تعالیٰ کے گھر کا ہم مرتبہ قرار دینے کے مترادف ہے۔ اہل علم متفق ہیں کہ بیت اللہ کے علاوہ کسی بھی جگہ یا مقام کا طواف کرنا باطل ہے، اور قبوں قبروں، مزاروں، درختوں اور پتھروں کا طواف کرنا باطل ہے۔ اہل علم سے اس باب میں بہت سی تصریحات موجود ہیں۔ میں مختصر اس مقام کی مناسبت سے کچھ توضیحات ذکر کروں گا۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے المجموع شرح المہذب میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی قبر کا طواف کرنا جائز نہیں ہے، پھر انہوں نے بہت سی باتیں کیں اور پھر کہا کہ عوام کی کثیر تعداد کی مخالفت اور ان کے کرنے سے کسی کو دھوکہ نہ لگے کیونکہ اقتداء و عمل احادیث اور علماء کے اقوال پر ہوتا ہے عوام کی خود ساختہ اشیاء اور جہالات کو قابل اعتناء نہیں سمجھنا چاہئے۔ صحیحین میں

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منہ فہو رد) [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۲۶۹۷) صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۷۱۸)]

”جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کی وہ مردود ہے۔“
اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ (من عمل عملاً لیس علیہ امرنا فہو رد) [صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۱۷۱۸)]

”جس نے کوئی ایسا کام کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔“
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (لا تجعلوا قبری عیدا و صلوا علی فان صلاحکم تبلغنی حیثما کنتم) [ریضی سنن ابی داؤد (حدیث نمبر: ۴۰۳۲)]

”میری قبر کو عید نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجو پس بے شک تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے جہاں کہیں سے بھی بھیجو“ اس روایت کو ابو داؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے

حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا جس کا معنی یہ ہے کہ تم ہدایت کی شاہراہ پر چلو اور تم کو مسافروں کی قلت نقصان نہ دے، اور تم بچو ضلالت و گمراہی کی رواہ سے اور ہلاک ہونے والوں کی کثرت سے تم کو دھوکہ نہ لگے۔

اور جس کا گمان یہ ہو کہ ہاتھ وغیرہ سے چھوٹا باعث برکت ہے تو پھر یہ اس کی لاعلمی اور غفلت کی دلیل ہے، اس لئے کہ برکت تو اس چیز میں ہے جو شریعت کے موافق ہو اور فضیلت و مرتبہ شریعت کی مخالفت میں کیونکر ہو سکتا ہے۔ [المجموع شرح المہذب ۸/۲۰۶، ۲۰۷]

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مسلمان متفق ہیں کہ بیت المعمور کے علاوہ بیت المقدس کے صحرا اور نبی ﷺ کے حجرہ اور جبل عرفات میں موجود قبہ وغیرہ چیزوں کا طواف نہیں ہو سکتا۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ۳/۵۲۲]

مزید فرماتے ہیں کہ کائنات میں ایسی کوئی بھی جگہ نہیں ہے جہاں طواف کعبہ کے طواف کی طرح کیا جائے اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ غیر کعبہ کا طواف جائز ہے وہ اس شخص سے بدتر ہے جو کعبہ کے علاوہ دوسری جانب نماز کے جواز کا قائل ہے، جب نبی مکرم علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو اٹھارہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھائی اور وہ تب تک مسلمانوں کا قبلہ تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو قبلہ بنایا اور اسکے بارے میں قرآن نازل فرمایا جیسا کہ سورہ بقرہ میں ذکر ہوا ہے اسکے بعد نبی اکرم ﷺ اور مسلمانوں نے کعبہ کی جانب نماز پڑھی اور وہی قبلہ ٹھہرا وہ پہلے ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء کا بھی قبلہ تھا۔ اور آج جو بھی شخص بیت

المقدس کو قبلہ بنائے گا اسکی طرف نماز پڑھے گا وہ یقیناً کافر ہے، مرتد ہے اس سے توبہ کروائی جائے گی اگر اس نے توبہ کی تو ٹھیک ورنہ اس کو قتل کیا جائے گا۔ باوجودیکہ وہ قبلہ رہ چکا ہے لیکن پھر منسوخ ہو گیا۔ تو اس شخص کا حال کیا ہوگا جو بیت المقدس کا طواف کعبہ کی طرف کرے، کعبہ کے بغیر کسی اور جگہ کا طواف کسی بھی حال میں جائز نہیں۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ۱۱/۱۰۰]

امام نووی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ اہل علم کی تصریحات سے یہ واضح ہوا کہ طواف بیت اللہ کے علاوہ کسی بھی جگہ کا طواف کرنا کتنا جرم عظیم ہے اور اس کا خطرہ کتنا بڑا ہے، اور بعض جہال جو قبروں اور قبوں وغیرہ کا طواف کرتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کا دین نہیں ہے بلکہ شیطانی وسوس اور ابلیس کا دین ہے، ورنہ سنت میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے کہ تم فلاں قبر اور فلاں قبے کا چکر کاٹو اور اس کا طواف کرو۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند ہے اور وہ مشرکین کے شرک سے منزہ ہے۔



ساتواں سبق

حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو چھونا

گذشتہ درس میں طواف بیت اللہ کی فضیلت پر کلام تھا نیز یہ کہ یہ عظیم عبادت ارکان حج و عمرہ سے ہے اور یہ کہ طواف صرف اسی عظیم مقام کا مشروع ہے جیسا کہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا ﴿وَلْيَسْطُوفُوا بِالنَّبِيِّ الْأَخْيَرِ﴾ اور اس کے علاوہ دیگر مقامات مثلاً قبروں آستانوں اور قبوں کا طواف جائز نہیں کیونکہ ایسا کرنا اصول شریعت سے متصادم ہوتا ہے اور اس میں حقیقت توحید کی مخالفت ہے اس لئے کہ اس میں خالق اور مخلوق کے درمیان برابری کی شے ملتی ہے۔ اس سبق میں دوسرے فائدے کا ذکر ہوگا جو طواف بیت اللہ کرتے وقت مسلمان کو نصیب ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ طواف کے دوران حجر اسود کو بوسہ دینا اور رکن یمانی کو چھونا مشروع کیا گیا ہے جو کہ عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہے، کیونکہ بہت سے نصوص میں اس کا تذکرہ آیا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بیت اللہ کے پاس پہنچے تو آپ نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور رکن یمانی کو استلام کیا یعنی چھوا۔ بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ انہوں

نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ آئے تو میں نے دیکھا کہ جب حجر اسود کو چھوا تو سب سے پہلے تین چکروں میں آپ تیز چال چلے۔ صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۶۰۳) صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۲۶۱)

امام مسلم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب نبی اکرم ﷺ مکہ آئے تو مسجد میں داخل ہوئے اور حجر اسود کو چھوا پھر اس کے دائیں سے گزرے اور تین چکروں میں رمل کیا (یعنی تھوڑے سے دوڑے) اور چار چکروں میں چلے۔ صحیح مسلم ۱۸۹۳/۲

اسی طرح مسلمان آپ کی اتباع میں آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے حجر اسود کو بوسہ دیتے رہے نہ کہ اس نیت سے کہ وہ نفع و نقصان کا مالک ہے اور وہ کچھ دینے اور لینے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس لئے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا کہ اے حجر اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے تو نفع و نقصان کا مالک نہیں اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی تجھے بوسہ نہ دیتا۔ اس کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے: صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۵۹۷) صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۲۷۰)

علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اس لئے فرمایا کہ لوگوں نے انہی دنوں میں بتوں کی پوجا ترک کی تھی تو کسی جاہل کو یہ گمان نہ ہو کہ حجر اسود کو بوسہ دینا پتھروں کی تعظیم کی قبیل سے ہے جیسا

کہ عرب دور جاہلیت میں کرتے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے چاہا کہ لوگوں کو یہ علم ہو جائے کہ یہ اتباع رسول ﷺ کی قبیل سے ہے۔ وہ یہ نہ سوچیں کہ پھر نفع و نقصان کے مالک ہیں، جیسا کہ وہ پھر دن سے عقیدہ رکھتے تھے۔
[یہ کلام حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نقل کیا ہے ۳/۳۶۲]

ابو سعید رضی اللہ عنہ سے جو روایت آئی کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات کہی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ نفع و نقصان دیتا ہے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اولاد آدم سے میثاق اور وعدہ لیا تو وہ ایک تختے میں لکھا اور حجر اسود کو نگلوا دیا، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اس کی تیز زبان ہوگی تو وہ توحید سے بوسہ دینے والے پر گواہی دے گی۔

یہ روایت امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں فرمایا کہ اس کی سند میں ابو ہارون العبدی ہے جو بہت ہی ضعیف ہے۔ [فتح الباری ۳/۳۶۲]

اس اثر کا راوی ابو ہارون اہل علم کے نزدیک متروک الحدیث ہے، اور بعض اہل علم نے اس کو کذاب کہا، نسائی نے اس کو متروک الحدیث کہا، حماد بن زید نے فرمایا کہ ابو ہارون کذاب تھا شام کو کچھ کہتا اور صبح کو کچھ کہتا۔ جو زبانی فرماتے ہیں کہ وہ کذاب اور بہتان تراش تھا، ابن حبان نے کہا کہ

وہ ابو سعید سے ایسی روایتیں کرتا تھا جو ان کی نہیں تھیں۔ اس کی احادیث لکھنا جائز نہیں مگر تعجب کے طور پر۔ [دیکھئے تہذیب الکمال مصنف علامہ مزی ۲/۲۳۲-۲۳۶]

تو اس شخص کی روایت کو کیسے لیا جائے گا جو اہل علم کے نزدیک ایسا ہو۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ حجر اسود کو صرف بوسہ دینا مشروع ہے یا صرف چھونا یعنی جب بوسہ دینے میں مشقت ہو یا پھر صرف اشارہ کرنا اگر بوسہ دینے میں اور چھونے میں دشواری آئے۔ اسی طرح رکن یمانی کو چھونا بھی مشروع ہے چنانچہ صحیحین میں عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رکن یمانی اور حجر اسود کے سوا رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کا کوئی حصہ چھوتے ہوئے نہ دیکھا۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۶۰۹)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۲۶)]

اس سے پتہ چلا کہ ان دو ارکان کے سوا کسی چیز کا چھونا مشروع نہیں، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دو رکن یمانی کے سوا کسی اور کو چھونا نہ جائے نہ ہی دو شامی رکنوں کو مس کیا جائے، کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے خاص انہی دو ارکان کو چھوا ہے کیونکہ وہ قواعد ابراہیم پر ہیں اور دوسرے دو بیت اللہ میں داخل ہیں، تو حجر اسود کے رکن کو بوسہ بھی دیا جائے اور چھوا جائے گا جبکہ رکن یمانی کو صرف چھوا جائے گا بوسہ نہیں دیا جائے گا

اور دوسرے دو رکن نہ بوسہ دیئے جائیں گے اور نہ ہی ان کو چھوا جائے گا، اسلام کے معنی ہاتھ سے چھونے کے ہیں۔ اس کے علاوہ بیت اللہ کے تمام جوانب اور مقام ابراہیم، کائنات کی تمام مساجد اور ان کی درو دیوار انبیاء و صالحین کی قبریں، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز پڑھنے کی جگہ محضرہ بیت المقدس وغیرہ کو نہیں چھوا جائے گا اور نہ ان کو بوسہ دیا جائے گا ائمہ کا اس پر متفقہ فیصلہ ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ۲۶/۱۲۱]

تو اس مقام سے جو دروس و فوائد مسلمان کو پہنچتے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ اس جگہ کے سوا کسی اور جگہ کا بوسہ دینا اور چھونا مشروع نہیں ہے اس لئے ان دو جگہوں کے علاوہ کسی جگہ کو بوسہ دینا چھونا وغیرہ پر دلائل و نصوص نہیں ہیں۔ اور مسلمان یہ عمل اللہ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں انجام دیتا ہے نہ کہ اس خیال سے کہ اس میں کچھ نقصان یا نفع ہوگا جیسا کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی گفتگو کے ضمن میں ذکر ہو چکا ہے جو انہوں نے لوگوں کے سامنے حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے سکھلاتے ہوئے کہا تھا۔ سابقہ نصوص و دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ کعبہ کی دیواروں کو چھونا اور حجر اسود کے بغیر کسی چیز کا بوسہ دینا سنت نہیں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مقام ابراہیم کو چھونا اور بوسہ دینا سنت نہیں ہے۔ کیونکہ ایسا کرنا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت نہیں ہے۔ تو جب یہ خود کعبہ میں مشروع نہیں کہ

جس کی حرمت تمام مساجد و معابد سے بڑھ کر ہے اور نہ مقام ابراہیم میں ایسا کرنا مشروع ہے جس کی شان میں رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

﴿وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُضَلَّيْنَ﴾ (سورة البقرة: ۱۲۵)

”مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لو“۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ مقام ابراہیم جو شام میں ہے اور اس کے علاوہ تمام انبیاء کے مقامات اس مقام سے کم درجہ کے ہیں کہ جس کو نماز گاہ بنانے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور اس سب کے باوجود اس کو چھونا اور اس کا بوسہ دینا مشروع نہیں کیونکہ اس کی مشروعیت پر حجت نہیں، تو معلوم ہوا کہ یہ جتنے بھی مقامات ہیں نماز کیلئے ان کا قصد نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کو چھوا جائے گا اور ان کو بوسہ دیا جائے گا بلکہ روئے زمین پر موجود تمام چیزوں کو حجر اسود کے بغیر چوما بھی نہیں جائے گا۔ (دیکھئے قادری ابن تیمیہ ۶/۱۷۶)

رہا بعض جہال کا وہ عمل جو وہ قبروں اور آستانوں اور قبوں وغیرہ میں کرتے ہیں کہ کبھی انہیں بوسہ دیتے ہیں کبھی چھوتے ہیں کبھی اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں کبھی مدد و نصرت ان سے طلب کرتے ہیں اور کبھی اس جیسی دیگر چیزیں ان کے ساتھ بجالاتے ہیں تو ان کا یہ عمل دین سے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتا بلکہ وہ کھلی گمراہی اور بہتان عظیم ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اور رہی بات قبروں کو

چھوٹے اور مس کرنے کی چاہے جیسی بھی قبر ہو اور اس کو بوسہ دینے کی اور رخصت کو اس پر خاک آلود کرنے کی تو وہ بالاتفاق ممنوع ہے، اگرچہ انبیاء ہی کی قبریں ہی کیوں نہ ہوں یہ اسلاف اور علماء امت نے نہیں کیا بلکہ یہ شرک ہے۔ [التاویٰ ۲۷/۹۲]

ہے۔ [التاویٰ ۲۷/۹۲]



آٹھواں سبق

رسول اللہ ﷺ کی سنت کو لازم پکڑنا واجب ہے

بے شک ان عظیم دروس و فوائد میں سے جو کہ حاجی حج بیت اللہ کے دوران حاصل کرتا ہے تمام اعمال حج میں سنت کی اہمیت کی معرفت اور اس کا التزام ہے، جب آپ بہت سے حجاج کے حالات پر غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ وہ ذکر کی مجالس علمی حلقوں میں کثرت سے آتے جاتے ہیں، حج کے طریقے اور کیفیت اس کے ارکان و واجبات اور اس کے نواقض و مبطلات کے بارے میں علماء سے بکثرت سوال کرتے ہیں اور وہ ان سوالات کو اہمیت و دقت سے لیتے ہیں، خصوصاً وہ حجاج جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے قول (خذوا عني مناسككم) [اصحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۲۹۷)] ”مجھ سے مناسک حج حاصل کرو“ کو سمجھتے ہیں۔

تو حج مقبول نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں رسول اللہ علیہ افضل الصلوات وازی السلیم کے طریقے اور آپ کی سنت کا التزام نہ کیا جائے اس میں افراط و تفریط، غلو اور تقصیر، زیادتی اور کمی سے اجتناب بھی کرے، پس جب مسلم اپنے حج میں اپنے آپ پر آپ کی سنت کا التزام اور آپ کے

طریقے کا التزام کرے گا تو اس کو پتہ چلے گا کہ آپ کی اقتداء و اتباع ہر نیک کام میں مطلوب و مقصود ہے تو جس طرح حج میں ہر ایک پر واجب ہے کہ آپ کے طریقے پر حج کرے اس طرح تمام طاعتوں میں یہ واجب ہے کہ آپ کے طریقے پر انجام دی جائیں۔ اسی لئے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز کے سلسلے میں ارشاد فرمایا (صلوا کما رایتمونی اصلی) صحیح بخاری (حدیث نمبر ۶۳۱) ”تم نماز اس طرح پڑھو جیسے تم نے مجھ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔“ اور عمومی طور پر تمام طاعات کے سلسلے میں یہ ارشاد فرمایا (من عمل عملاً ایس علیہ امرنا فہو رد) صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۷۱۸) ”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو اس کا وہ عمل مردود ہے۔“

اور دوسری روایت میں ان الفاظ سے آیا ہے: (من أحدث فی امرنا هذا ما لیس منہ فہو رد) صحیح بخاری (حدیث نمبر ۳۶۹۷)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۷۱۸) ”جس نے ہمارے اس دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو اس میں نہیں تھی تو اس کی وہ چیز مردود ہے۔“

تو ہر وہ عمل جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق نہ ہو اس کو اللہ تعالیٰ قطعاً قبول نہیں فرمائینگے اور اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کے قول (من عمل عملاً ایس علیہ امرنا فہو رد) کا منطوق ہے، کیونکہ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہر وہ بدعت جو دین میں ایجاد کی جائے اور کتاب و سنت

میں اس کی اصل نہ ہو، خواہ وہ قولی علمی بدعت ہو یا عملی فعلی بدعت ہو، جو بھی ایسی بات بتائے جو کتاب و سنت میں دین کی قبیل سے نہ ہو یا ایسی بات کرے جو کتاب و سنت میں نہ ہو تو وہ مردود ہے کرنے والے سے وہ قبول نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اس حدیث سے مفہوم ثابت ہوتا ہے کہ جس نے ایسا کام کیا جس پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے خواہ وہ عقائد صحیحہ کی نوعیت سے ہوں یا اعمال صالحہ کی قبیل سے ہوں تو اس کا وہ عمل مقبول ہوگا اور اس کی جدوجہد بار آور ہوگی۔

امام ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ نے عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم کو بلیغ نصیحت کی، ہماری آنکھیں اشکبار ہوئیں ہمارے دل گھبرا گئے تو ہم نے کہا اے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ! ایسا لگا جیسے الوداعی وعظ ہو تو ہمیں وصیت کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور اپنے امراء کی فرمانبرداری کرنا اگرچہ تمہارا امیر غلام ہی کیوں نہ ہو، بے شک تم میں جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا تو تم میری اور میرے بعد خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا، اس کو دانشوں سے مضبوط پکڑنا اور تم نئی چیزوں سے بچنا بلا شک ہر نئی چیز گمراہی ہے۔ اسنن ابی داؤد

حج توحید کے آئینے میں (حدیث نمبر ۳۶۰۷) سنن ترمذی (حدیث نمبر ۲۶۷۶) سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر ۴۲، ۴۳)

رسول اللہ ﷺ کا اس حدیث میں (کل بدعة ضلالة) فرمانا ”یعنی ہر بدعت گمراہی ہے“ جوامع الکلم میں سے ہے اس سے کوئی بھی چیز نہیں رہتی اور وہ اصول دین میں سے ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے قول (من—

احدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فہو رد) کے مشابہ ہے۔
تو جو شخص کوئی نئی چیز ایجاد کرتا ہے اور اس کو دین کی طرف منسوب کرتا ہے جب کہ دین میں اس کی کوئی اصل نہیں تو وہ چیز مردود ہے اس سے وہ مقبول نہیں ہوگی دین اس سے بری ہوگا، پس اللہ تعالیٰ کا دین دو عظیم اصول اور دو مضبوط بنیادوں پر مبنی ہے پہلی اساس یہ ہے کہ ہم صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں، دوسری اساس یہ ہے کہ ہم اس کی عبادت اس طریقے پر کریں جس طرح اس نے اپنے رسول ﷺ کی زبانی مشروع کی، ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت خواہشات اور بدعات کی رو میں نہ کریں۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَمْ يَجْعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأُمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۚ إِنَّهُمْ لَنُغْنُوا عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ﴾ (سورة الحائثیہ: ۱۸)
”پھر ہم نے آپ کو دین کی ظاہر پر قائم کر دیا سو آپ اسی پر لگے رہیں اور نادانوں کی خواہشوں کی پیروی میں نہ پڑیں یاد رکھیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ

حج توحید کے آئینے میں
کے کسی عذاب کو ہٹا نہیں سکتے۔“

مزید ارشاد فرمایا:

﴿أَم لَّهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِّنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنَ بِهِ اللَّهُ﴾

[سورة الشوریٰ: ۲۱]

”کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ایسے شریک مقرر کر رکھے ہیں جنہوں نے ایسے احکام دین مقرر کر دیئے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فرمائے ہوئے نہیں۔“

پس کسی کو زیب نہیں دیتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے مگر اس طریقے پر جس کو رسول اللہ ﷺ نے واجبات و سنن کی صورت میں جائز کیا، یہ نہیں کہ وہ ان بدعات کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے جن کی اصل نہ دین میں ہے اور نہ شریعت میں اس کی حقیقت ہے۔ اور کسی شخص کو یہ بھی نہیں چلتا ہے کہ اللہ واحد کے علاوہ کسی اور کی عبادت کرے، نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ کیلئے، روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، حج کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، توکل کرے تو اسی پر، عبادت کے تمام اقسام کو اسی کے ساتھ مخصوص جانے۔

ان دونوں اصولوں کو اللہ رب العزت نے اپنے قول ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾
[سورة الکہف: ۱۱۰]

”تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہئے کہ نیک اعمال کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔“

میں جمع کیا ہے، تو نیک عمل وہ ہے جو شریعت مطہرہ کے موافق ہو اور خالص وہ ہے کہ جو صرف لوجہ اللہ کیا جائے۔ عمل مقبول کے یہ دو رکن ہیں پس اگر خالص ہو لیکن صواب نہ ہو یعنی شریعت کے موافق نہ ہو تو وہ قبول نہیں ہوگا اور اگر صواب ہے لیکن خالص نہیں ہے تو بھی عمل مقبول نہیں ہوگا، خالص ہو اور صواب بھی ہو تو عمل مقبول ہے۔ خالص وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو، اور صواب وہ ہے جو سنت کے مطابق ہو۔

تو ہر اس مسلمان پر جو دنیا و آخرت کی فلاح و سعادت کا خوگر ہو واجب ہے کہ وہ اپنے اعمال کو طریقتہ رسول ﷺ اور اپنے سنت کے مطابق بنانا نہ بھولے، اور آپ کے طریقے کو چھوڑنے سے بچے آپ کی سنت کی مخالفت سے اجتناب کرے کیونکہ نبی ﷺ اپنی امت کیلئے مکمل نمونہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ

وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا﴾ [سورة الأحزاب: ۲۱]

”یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے اور

بکثرت اللہ تعالیٰ کی یاد کرتا ہے۔“

نیز ارشاد ہوا:

﴿النَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنفُسِهِمْ﴾ [سورة الأحزاب: ۶]

”پیغمبر مومنوں پر خود ان سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں۔“

یعنی وہ زیادہ حق دار ہے تمام دینی و دنیوی امور میں وہ خود ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہے بجائے کہ وہ دوسروں کا حقدار ہو، تو ان پر واجب ہے کہ وہ آپ ﷺ کو (اپنے آپ پر اور جو وہ ان سے اموال طلب کریں خواہ وہ اس کے محتاج ہوں) ترجیح دیں اور یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے آپ سے زیادہ ان سے محبت کریں اور یہ بھی واجب ہے کہ اپنے حکموں پر نبی ﷺ کا حکم مقدم کریں۔

خاصہ کلام یہ کہ جب نبی ﷺ ان کو ایک چیز کی طرف بلائیں اور ان کو اپنے نفوس دوسری چیز کی طرف بلائیں تو ان پر واجب ہے کہ وہ نبی ﷺ کے بلاوے کو ترجیح دیں اور ان پر واجب ہے کہ وہ سب سے زیادہ اطاعت رسول اللہ ﷺ کی کریں اور آپ کی اطاعت کو اس چیز پر مقدم کریں جس کی طرف ان کے خیالات و ظنون مائل ہوں۔ [فتح القدیر ۳/۲۷۱]

اس میں شک نہیں کہ یہ داعیہ مسلمان سے سنت کی معرفت میں جدوجہد اور محنت چاہتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے کو پہچاننے میں دقت

کا مطالبہ کرتا ہے اور یہ اہل علم سے پوچھ کر اور ذکر کی ان مجالس میں بیٹھ کر جن میں حلال و حرام کی تبلیغ ہوتی ہو اور مفید موقوفات و مصنفات کا درس چلا ہوتا کہ اس کے بعد مسلمان کیلئے عبادت صحیح طور پر انجام دینا ممکن ہو سکے جو رسول اکرم ﷺ کے طریقے کے مطابق ہو۔



نواں سبق

یوم عرفہ کے بیان میں

بلا شک عرفہ اللہ تعالیٰ کے مبارک دنوں میں سے ہے۔ خیر و بھلائی، ایمان و تقویٰ کے عظیم اجتماعات میں سے ایک ہے، عبادت و اطاعت کے موسموں میں سے بہترین موسم ہے اس دن آنسوؤں کی بارش ہوتی ہے دعاؤں کا سیلاب ہوتا ہے رحمتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو ترک کیا جاتا ہے، اغزشوں کو بخشوایا جاتا ہے وہ امید و بیم عاجزی و انکساری کا دن ہوتا ہے، بے شک وہ مبارک و مکرم دن ہے اس سے بہتر کوئی دن نہیں، اس کی چند خصوصیات اور صفات ہیں جن کا شمار کرنا آسان نہیں، ان کا استقصاء کرنا ناممکن ہے یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اس امت کیلئے دین مکمل کیا ان پر نعمت پوری کی، اسی دن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿وَإِلَّا يَوْمَ اُكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَاَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ [سورۃ المائدہ: ۳] ”آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا، اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔“

اس کے بعد حلال و حرام کی کوئی بھی آیت نازل نہیں ہوئی۔

امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما نے طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک یہودی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ قرآن میں ایک آیت پڑھتے ہیں اگر ہم یہودیوں پر وہ نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید منالیتے، انہوں نے کہا وہ کنسی آیت ہے؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتِمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے اس دن کا پتہ ہے جس دن وہ رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی اور اس گھڑی کا بھی مجھے علم ہے جس میں وہ نازل ہوئی تھی، وہ عرفہ کی شام جمعہ کے دن نازل ہوئی تھی۔ (صحیح بخاری (حدیث نمبر: ۳۶۰۶)، صحیح مسلم (حدیث نمبر: ۳۰۱۷) اس مبارک دن میں جہنم سے بہت سے لوگ آزاد ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر سخاوت کرتا ہے اپنے مقرب فرشتوں سے ان کے ذریعے فخر کرتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی صحیح میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عرفہ سے زیادہ کسی دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم سے آزاد نہیں کرتا، وہ ان کے قریب ہوتا ہے پھر فرشتوں پر فخر کرتا ہے، پھر فرماتا ہے کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔ (صحیح مسلم

(حدیث نمبر: ۱۳۳۸)

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ وہ لوگ بخشے جاتے ہیں اس لئے کہ خطا کاروں اور گناہ گاروں پر فخر نہیں کیا جاسکتا مگر توبہ اور مغفرت کے بعد ہی۔ (اتمید ۱۲۰/۱)

امام احمد رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی معظم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ عرفہ کی شام اہل عرفہ کے ذریعے اپنے فرشتوں پر فخر کرتا ہے وہ فرماتا ہے کہ دیکھو میرے بندے میرے پاس پراگندہ اور غبار آلود آئے ہیں۔ (المسند ۲/۲۳۳)

امام ابن القیم رحمۃ اللہ نے اپنے مشہور قصیدہ میمیہ میں فرمایا:

فلله ذاك الموقف الأعظم
كموقف يوم العرض بل ذاك أعظم
ويدنوبه الجبار جل جلاله
يياهمى بهم أملاكه فهو أكرم
يقول عباده قد أتوني محبة
وإنسى بهم أجود وأرحم
فاشهدكم أنى قد غفرت ذنوبهم
وأعطيتهم ما أملوه وأنعم

فبشر اکم یا اهل ذا الموقف الذی

به یغفر الله الذنوب ویرحم

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ نے عرفہ میں کھڑے ہوئے عرفہ کی شام کو لوگوں کی آہ و بکاؤ دیکھا تو کہنے لگے، اے لوگو تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر یہ لوگ کسی ایک آدمی کے پاس جائیں اور اس سے ایک دائق (دائق درہم کا چھٹا حصہ ہوتا ہے) مانگیں کیا وہ ان کو خالی لوٹائے گا؟ تو لوگوں نے کہا نہیں، تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ کی مغفرت اللہ تعالیٰ کے پاس اس سے بھی حقیر ہے۔ [مجلس فی فضل یوم عرفہ مصنف ابن ناصر الدین دمشقی ص ۶۳]

اس لئے نفع اور فائدے میں دلچسپی رکھنے والے مسلمان کیلئے اس دن مناسب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے عاجزی و انکساری کرنے والا ہو اپنے رب کی رحمت و مغفرت کا طالب ہو اس کے عذاب و عتاب سے ڈرنے والا ہو اپنے ان تمام گناہوں سے توبہ کرنے والا ہو جو اس کے ہاتھوں اور پاؤں نے کیے ہوں اپنے وقت کو فضولیات میں ضائع نہ کرے بلکہ اپنے رب کی جانب رجوع کرے بکثرت استغفار و دعاء، ذکر اور تضرع کرے۔ حدیث میں ثابت ہے کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا تمام دعاؤں میں افضل ترین دعاء عرفہ کی دعا ہے اور سب سے اچھی بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے انبیاء نے اس دن کہی (لا الہ الا اللہ وحده لا شریک

لہ للہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قذیر) ہے۔ اس حدیث کو

امام ترمذی نے اپنی سنن میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ دیکھئے حدیث نمبر ۳۵۸۵ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ ۴/۷۷، ۸ میں حسن قرار دیا اور فرمایا کہ یہ حدیث اپنے دوسرے شواہد کے ساتھ ثابت ہے۔ ۱

تو عرفہ کا دن دعاء کا دن ہے اور اذکار میں سے افضل لا الہ الا اللہ ہے، تو رسول اللہ ﷺ افضل دنوں میں افضل ذکر بکثرت فرماتے، کیوں کہ دنوں کا سردار عرفہ ہے اور اذکار کا سردار لا الہ الا اللہ ہے، تو سید الاذکار کا ورد سید الایام میں حد درجہ موافق و مناسب ہے۔

بے شک لا الہ الا اللہ وہ عظیم کلمہ ہے جس کو رسول اکرم ﷺ بکثرت عرفہ کے دن کہا کرتے تھے جو افضل ترین کلمہ ہے اور مطلقاً سب سے بہتر ہے یہ مضبوط کڑا ہے اور تقویٰ (دار السعادة) کی چابی بھی یہی کلمہ ہے دین کی بنیاد اور اساس بھی یہی ہے آسمان و زمین اسی کیلئے معرض وجود میں آئے ہیں۔ کائنات اسی لئے بنائی گئی ہے۔ انبیاء اسی لئے مبعوث ہوئے، کتابیں اسی بناء پر نازل کی گئیں۔ اس کلمہ کے فضائل اور دین میں اس کا مقام اصحاب معرفت و اہل توصیف کے بس سے باہر ہے جو وہ بیان نہیں کر سکتے، بلکہ اس کے فضائل و ہم و گمان میں آتی نہیں سکتے، اس کے خصائص احاطہ خیال میں سما ہی نہیں سکتے لیکن ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اس کو معلوم ہو کہ لا الہ الا اللہ صرف

حج توحید کے آئینے میں۔ زبان کے کہنے سے ادا نہیں ہو سکتا جب تک اس کے حقوق و واجبات کو پورا نہ کرے جب تک اس کی بنیادوں اور شروط کو مکمل نہ کرے، تو لا الہ الا اللہ ایسا کلمہ نہیں جس کے معنی کچھ بھی نہ ہوں یا وہ ایسی بات نہیں جس کی حقیقت کچھ بھی نہ ہو یا ایسا لفظ نہیں جس کا مضمون کچھ بھی نہ ہو، بلکہ اس عظیم کلمے کا مدلول ہے جس کا سمجھنا نہایت ضروری ہے اور اس کا ایسا معنی ہے جس کا ضبط کرنا اہم ہے اس کی غایت ہے جس کا پورا کرنا واجب ہے کیونکہ اہل علم کا اجماع ہے کہ اس کو صرف زبان سے معنی سمجھے اور اس کے تقاضوں کو پورا کئے بغیر ادا کرنا کوئی فائدہ نہیں دے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ [الزخرف ۱۸۲]

”جنہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کرنے کا اختیار نہیں رکھتے، ہاں مستحق شفاعت وہ ہیں جو حق بات کا اقرار کریں اور انہیں علم بھی ہو۔“

یعنی جو شخص لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اور زبان سے کہے ہوئے کلمے کا معنی بھی دل سے سمجھتا ہو۔

اور بلاشبہ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اس کی طرف پوری توجہ دے اور اس کا حد درجہ اہتمام کرے کیونکہ لا الہ الا اللہ تبارک

حج توحید کے آئینے میں۔ تک کوئی نفع نہیں دے سکتا جب تک نفی اور اثبات میں اس کی مراد معلوم نہ ہو جائے اس کے مطابق اعتقاد اور عمل نہ ہو، تو جو شخص اس کو کہے گا اور اس کے ظاہر پر عمل بھی کرے گا لیکن اس کا اعتقاد نہ ہو تو وہ منافق ہے، اور جو اس کلمے کو کہے گا اور پھر اس کے خلاف مشرکانہ عمل کرے گا تو وہ کافر ہے، اور اس طرح جو شخص اس کو کہے پھر مرتد ہو گیا اس کے لوازم اور اس کے حقوق کا انکار کرے تو اس کو وہ کوئی فائدہ نہیں دے گا اگرچہ وہ ہزاروں بار اس کو ادا کرے اس طرح جو شخص اس کلمے کو پڑھتا ہے اور ساتھ ساتھ کسی قسم کی عبادت غیر اللہ کی کرتا رہے مثلاً غیر اللہ کو پکارتا رہے غیر اللہ سے مدد مانگتا رہے غیر اللہ سے مدد نصرت یا تعاون طلب کرتا رہے جس پر اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں رکھتا تو ایسا شخص بھی مشرک ہے کیونکہ جس نے بھی ایسی عبادات جو اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہیں غیر اللہ کیلئے انجام دیں وہ شخص مشرک ہے اگرچہ وہ لا الہ الا اللہ ہی کیوں نہ پڑھتا ہو کیونکہ یہ عظیم کلمہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ عبادت محض اللہ تعالیٰ کیلئے انجام دی جائے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے اور اللہ ہی کی جانب توجہ کی جائے خشوع و خضوع میں بھی، رغبت و ترغیب میں بھی توکل و اتانہت میں بھی دعا اور طلب میں بھی، غرض ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ کا تقاضا اس کلمہ میں مضمر ہے تو لا الہ الا اللہ کہنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی

سے مدد نہیں مانگتا، اس کے علاوہ کسی پر توکل نہیں کرتا اس کے سوا کسی سے امید نہیں باندھتا، اس کے بغیر کسی کیلئے ذبح نہیں کرتا کسی بھی قسم کی عبادت اللہ کے علاوہ کسی کی بھی جانب نہیں پھیلتا، بلکہ وہ اللہ کے سوا ہر معبود کا انکار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی جانب ان چیزوں سے برأت کرتا ہے۔ (دیکھئے تیسیر

العزیز الحمید ص ۷۸)



دسواں سبق

ذبح کرنے میں للہیت

بے شک اللہ تعالیٰ کے عظیم ایام میں یوم النحر بھی ہے یعنی دس ذی الحجہ جس دن عید الاضحیٰ ہوتی ہے۔ اس دن کو یوم الاضحیٰ اس لئے کہا گیا کہ اس دن مسلمان اللہ تعالیٰ کا تقرب چوپایوں کی قربانی کر کے ڈھونڈتے ہیں، حجاج اس دن اپنی قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں اور کائنات کے چپے چپے میں مسلمان اس دن قربانی کے جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، حجاج ہدی کے جانوروں کا تحفہ پیش کرتے ہیں جبکہ عام مسلمان قربانی کے جانوروں کا ہدیہ پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِنَّهُمْ كَانُوا أَشْكُرًا وَبَشِيرًا الْمُحْسِنِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَالصَّابِرِينَ عَلَىٰ مَا أَصَابَهُمْ وَالْمُقِيمِي الصَّلَاةِ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ جَعَلْنَاهَا لَكُمْ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا صَوَافٍ فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطِيعُوا الْقَاصِرَ وَالْمُعْتَرِ كَذَلِكَ سَخَّرْنَاهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ لَنْ يَبَالَ اللَّهُ

لَحْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِنْ يَسْأَلُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَذَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ ﴿۳۴﴾ [سورة الحج: ۳۴-۳۵]

”اور ہر امت کیلئے ہم عبادت کے طریقے مقرر فرماتے ہیں تاکہ وہ ان چوپائے جانوروں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں دے رکھے ہیں سمجھ لو کہ تم سب کا معبود برحق صرف ایک ہی ہے تم اسی کے تابع فرمان ہو جاؤ عاجزی کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔ انہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل تھرا جاتے ہیں، انہیں جو برائی پہنچے اس پر صبر کرتے ہیں نمازوں کی حفاظت و اقامت کرنے والے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دے رکھا ہے وہ بھی دیتے رہتے ہیں۔ قربانی کے اونٹ ہم نے تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات مقرر کر رکھے ہیں ان میں تمہیں نفع ہے پس انہیں کھڑا اللہ تعالیٰ کے نام پر نحر کرو پھر جب ان کے پہلو زمین سے لگ جائیں تو اسے خود بھی کھاؤ اور مسکین سوال سے رکنے والوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ اسی طرح ہم نے چوپایوں کو تمہارے ماتحت کر دیا کہ تم شکر گزاری کرو، اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے اور نہ ہی ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کی پرہیزگاری پہنچتی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تمہارا مطہج کر دیا ہے کہ تم اس کی رہنمائی کے شکرے میں اس کی بڑائیاں بیان کرو اور نیک لوگوں کو خوشخبری سنا دیجئے۔“

یعنی صرف ان کا ذبح کرنا کافی نہیں بلکہ وہ اس لئے مشروع کیا گیا ہے تاکہ تم ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، کیونکہ وہی خالق اور رزق دینے والا ہے اور ایسی بات نہیں کہ اس کو ان جانوروں کا گوشت یا خون پہنچتا ہو چونکہ وہ اپنے ماسوا سے بے نیاز ہے ﴿وَلَكِنْ يَسْأَلُهُ التَّقْوَى مِنْكُمْ﴾ یعنی اللہ تک اس عمل کا اخلاص و ثواب کی تمنا اور نیک نیتی اور اس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول جیسے عظیم مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس جملے میں ترغیب و تحفیض ہے کہ قربانی میں اخلاص ہونا چاہئے اور قربانی کرنے کا مقصد رضائے الہی ہونا چاہئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس ہی عمل کو قبول فرماتا ہے جو خالص ہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر انجام دیا گیا ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ إِنْ صَلَّيْتُ وَنُكَّيْتُ وَمَحَبَّاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ [سورة الأنعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

”آپ فرما دیجئے کہ بے شک میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو سارے جہاں کا مالک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اس کا حکم ہوا ہے اور سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔“

علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے

حج توحید کے آئینے میں
حبیب کو حکم فرماتا ہے کہ آپ مشرکین کو خبر دیں جو مشرکین غیر اللہ کو پوجتے ہیں غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں میں ان کا مخالف ہے، تو اس کی نماز، اس کی قربانی، صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ کے نام پر ہونی چاہئے اس مضمون کو اللہ رب العزت نے ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ میں بیان کیا ہے یعنی اپنی نمازوں کو اور اپنی قربانیوں کو صرف اللہ تعالیٰ کیلئے خالص کرو کیونکہ کفار بتوں کی عبادت کرتے تھے اور ان کے نام پر ذبح کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو ان کی مخالفت کا اور ان کے کاموں سے اعراض کا حکم فرمایا اور قصد و نیت اور ارادہ میں اخلاص کا حکم دیا۔

امام مجاہد فرماتے ہیں:
﴿إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي﴾ نیک حج اور عمرہ میں ذبح کرنے کو کہتے ہیں۔
امام ثوری امام سدی سے نقل کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے ﴿وَنُسُكِي﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ مراد (ذبحی) ہے یعنی میرا ذبح کرنا، یہی رائے امام سدی اور امام ضحاک کی ہے۔

ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کی ان عظیم ترین عبادات میں سے ہے جن کے ذریعے مسلمان اپنے رب کے لئے قربانی کر کے قربت حاصل کرتے ہیں، خواہ ہدی کا جانور ذبح کر کے یا قربانی عقیقہ اور منہ کا جانور ذبح کیا جائے۔ تو اس عبادت کا غیر اللہ کے لئے انجام دینا جائز نہیں۔

حج توحید کے آئینے میں
صحیح مسلم میں امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے چار کلمات بیان فرمائے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو والدین پر لعنت کرے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو کسی بدعتی کو پناہ دے، اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس پر جو زمین کے نشانات تبدیل کرے۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر ۱۹۷۸)

لعنت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دوری پر بولا جاتا ہے۔ ان چاروں چیزوں میں سے سب سے زیادہ خطرناک کام انجام کے اعتبار سے غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اس خطرناک ترین چیز سے شروع فرمایا، کیونکہ غیر اللہ کیلئے ذبح کرنا شرک ہے اور بقیہ اشیاء کبیرہ گناہ ضرور ہیں لیکن شرک کے مرتبے کو نہیں پہنچتیں، غیر اللہ کے لئے جو بھی ذبح ہو وہ شرک ہے اگرچہ وہ کوئی حقیر چیز ہی کیوں نہ ہو مثلاً مکھی جیسی چیز ہی کیوں نہ ہو عمدہ جانوروں کو ذبح کرنا تو ہے ہی۔

امام احمد نے کتاب الزہد میں، ابو نعیم نے حلیہ اور دیگر ائمہ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے موقوف روایت کی ہے جس کی سند صحیح ہے کہ انہوں نے فرمایا ایک آدمی جنت میں ایک مکھی کی بناء پر داخل ہوا اور دوسرا جہنم میں ایک مکھی کے سبب داخل ہوا، کہنے والوں نے کہا وہ کیسے؟ فرمایا کہ سابقہ امم میں سے

دو آدمیوں کا گزرا ایسے لوگوں سے ہوا جو بت کے پجاری تھے اور وہاں سے جو بھی گزرتا تھا وہ ان کے بت کے نام ضرور نذر کرتا تھا تو انہوں نے ان دونوں آدمیوں سے بھی نذرانے کا مطالبہ کیا، ایک نے کہا تم نیاز دو اگرچہ مکھی ہی ہو اس نے مکھی کی نذر پیش کی اور آگے بڑھ گیا وہ جہنمی ہوا، دوسرے آدمی سے کہا کہ تم نیاز دو اس نے کہا میں نیاز نہیں دیتا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو، تو انہوں نے اس کا سر قلم کر دیا تو وہ بہشت میں داخل ہوا۔ [الزہد ص ۳۲، ۳۳، اکلیدہ ۲۰۳/۱]

یہی ہے وہ چیز جس سے شرک کی قباحت کا اندازہ اگرچہ وہ چھوٹی سے چھوٹی چیز ہی کیوں نہ ہو، اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جہنم اس سے واجب ہو جاتی ہے، ان دو آدمیوں میں سے پہلے آدمی نے سب سے حقیر جانور مکھی کی قربانی دی تو اس کا ٹھکانا جہنم ٹھہرا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شریک ٹھہرایا، تو جب یہ حال ایک مکھی کا ٹھہرا تو اونٹ پالنے یا بھیڑ بکریوں کی نیاز چڑھانے والے کا کیا حال ہوگا جو ان نذرانوں کے ذریعے قربت الہی کا طالب ہو۔

امام شوکانی رحمہ اللہ اپنی کتاب شرح الصدور میں فرماتے ہیں کہ ان مفاسد میں سے جو آدمی کو اسلام سے دور پھینک دیتی ہیں اور دین کی چوٹی سے گرا دیتی ہے کہ بہت سارے لوگ سب سے عمدہ جانوروں کو قبر کے پاس

ذبح کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوگی، تو وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرتے ہیں اور اس کے ذریعے وہ کسی بت کی پوجا کرتے ہیں، اس لئے کہ کھڑکھڑوں کی پوجا اور قبروں کی پوجا میں کوئی فرق نہیں صرف نام کا فرق ہے اور اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اور نام کا اختلاف حلت و حرمت میں مؤثر نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص شراب کو دوسرا نام دیتا ہے اور پھر اس کو پیتا ہے تو اس کا وہی حکم ہے جو اس کا ہے اور یہ بات اجماع اُمت سے ثابت ہے۔

اس میں بھی شک نہیں کہ قربانی عبادت کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جس کے ذریعے بندے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس میں سے ہدی، نذریہ اور قربانی کے جانور بھی ہیں۔ ان کو قبر کے پاس قربانی کرنے والے کا مقصد اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ یا تو وہ اس کی تعظیم اور اکرام کرتا ہے، یا وہ بھلائی کا متمنی اور شر سے بچنے کی خاطر ایسا کرتا ہے، اور یہ چیزیں بلاشبہ عبادت کی قبیل سے ہیں، اور اس کا سننا ہی آپ کے لئے شرک کی اعتناء ہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم، انا للہ وانا الیہ راجعون نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا کہ اسلام میں عقر نہیں ہے۔

عبد الرزاق صنعانی فرماتے ہیں کہ جاہلیت میں قبروں کے پاس ذبح کیا کرتے تھے یعنی بھیڑ بکریاں اور گائیوں کا نذرانہ پیش کرتے تھے، امام ابو

گیارہواں سبق

حلق کے بیان میں

دس ذی الحجہ یوم النحر کے اعمال حج چار ہیں: رمی جمار، قربانی، سر منڈھوانا، طواف کرنا۔

اس درس میں بات سر منڈھوانے، بال چھوٹا کرنے کی ہوگی جو اس دن اللہ تعالیٰ کی عظیم عبادات اور طاعات اور قربت الہی میں سے ایک ہے۔ حلق سرے سے بال منڈھوانے کو کہتے ہیں، جبکہ قصر بالوں کا چھوٹا کرنے کو کہتے ہیں، اور ان دونوں میں سے کوئی ایک حج کے واجبات میں سے ایک ہے جیسا کہ عمرے میں بھی ان دونوں میں سے ایک چیز حلق یا تقصیر واجب ہے۔ اس کا چھوڑ دینا جائز نہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنِ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾ [سورة الفتح: ۲۷]

”ان شاء اللہ تم یقیناً پورے امن و امان کے ساتھ مسجد حرام میں جاؤ گے سر منڈھواتے ہوئے اور سر کے بال کترواتے ہوئے جہن کے ساتھ نڈر ہو کر۔“

داؤد نے اس حدیث کو انس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

امام شوکانی کی بات مکمل ہوگئی۔ [شرح الصدور للشوکانی الجامع الفرید کے ضمن میں

ص ۵۲۹، ۵۳۰]

امام شوکانی رحمہ اللہ نے نصیحت کا حق ادا کر دیا اور اس خطرناک معاملے سے ڈرانے میں بہتر کردار ادا کیا۔

ہم اللہ رب العالمین سے دست بدعا ہیں کہ وہ ہمیں اس جیسی چیزوں میں واقع ہونے سے بچائے اور ہمارے اعمال خالص اپنے لئے بنائے اپنے نبی محمد ﷺ کی سنت کے مطابق ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے۔



ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر مناسک حج میں حلق یا تقصیر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ ان کی صفت بیان نہ فرماتا۔ [المغنی ۵/۳۰۵]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ مکہ میں آئے تو صحابہ کو حکم دیا کہ بیت اللہ کا طواف کریں، صفا اور مروہ کی سعی کریں، پھر حلال ہو جائیں اور حلق کریں یا تقصیر کریں۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۱۷۳۱)]

تو حلق یا تقصیر حج و عمرہ کے واجبات میں سے ہے جو شخص اس واجب کو پورا نہ کرے تو اس کو دم دینا پڑے گا۔

وہ احرام کے انتہاء کی نشانی ہے رسول اللہ ﷺ کے فعل کی اقتداء ہے کیونکہ آپ نے خود بھی حلق کیا اور صحابہ کو بھی حلق کا حکم دیا۔

نیز وہ پیشانیوں کا رب عظیم کے دربار میں جھکانا ہے، رب العزت کے سامنے اپنی عاجزی کا اظہار ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی بلخ ترین اقسام میں سے ایک ہے۔

اور جب مسلمان اس عظیم اطاعت اور ذی شان عبادت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں انجام دیتا ہے تو اس پر یہ جاننا واجب ہے کہ سر کا عبادت اور تقرب کے طور پر منڈھوانا اور بالوں کا کاٹنا غیر اللہ کے لئے جائز نہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو قربت اور عبادت کے طور پر مشائخ کے سامنے یا قبروں کے پاس سر منڈھواتے ہیں یا بال چھوٹے کرتے ہیں کیا ایسا کرنا سنت ہے یا بدعت؟ نیز مطلقاً سر منڈھوانا سنت ہے یا بدعت؟ تو آپ نے جواب دیا کہ سر منڈھوانا چار قسموں پر ہے:

نمبر ایک: حج اور عمرہ میں سر منڈھوانا، تو یہ قرآن و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿لَتَدْخُلَنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللَّهُ آمِنِينَ مُحَلِّقِينَ رُؤُوسَكُمْ وَمُقَصِّرِينَ لَا تَخَافُونَ﴾

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے حج اور عمرہ میں حلق کیا اور آپ کے صحابہ نے بھی حلق کیا، بعض صحابہ نے حلق کیا اور بعض نے قصر کروایا، اور حلق کرنا افضل ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! حلق کرنے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے کہا: بال چھوٹے کرنے والوں کی مغفرت کا سوال کیجئے، آپ نے دوبارہ فرمایا: اے اللہ! حلق کرنے والوں کی مغفرت فرما، صحابہ نے پھر وہی کہا، آپ نے پھر فرمایا کہ اے اللہ! حلق کرنے والوں کی مغفرت فرما! صحابہ نے پھر کہا: اے اللہ کے رسول! بال چھوٹے کرانے والوں کی بھی مغفرت کا سوال فرمائے، آپ نے اس بار ان کیلئے بھی مغفرت کا سوال کیا۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۷۲۷)]

جن صحابہ نے قربانیوں کے جانور حجۃ الوداع میں ساتھ لئے تھے ان کو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ بالوں کو طواف بیت اللہ اور سعی کے وقت چھوٹا کریں پھر جب وہ حج مکمل کر لیں تو حلق کریں، تو ان لوگوں کو حلق اور تقصیر کے جمع کرنے کا حکم دیا۔

نمبر دو: ضرورت کیلئے حلق کرنا مثلاً دوا لگانے کیلئے یا طبی مشورے سے حلق کرے، تو یہ حلق بھی کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے، کیونکہ اللہ رب العالمین نے محرم کو اجازت دی کہ حلق کرے جب اس کے سر میں تکلیف ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَحْلِقُوا رُؤُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحَلَّهُ فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ۱۹۶]

”تم مت منڈھو اور اپنے سروں کو یہاں تک کہ پہنچے قربانی جگہ حلال ہونے اپنے کے، پس جو کوئی ہو تم میں سے بیمار یا اس کو ایذا ہو سر میں پس بدلہ ہے روزوں سے یا خیرات سے یا ذبح سے۔“

کعب بن عجرہ کی حدیث اتفاق سے ثابت ہے کہ جب حدیبیہ کے عمرے میں نبی علیہ الصلاۃ والسلام ان سے گزرے اور جوئیں ان کے سر میں ریختی تھی تو فرمایا: کیا تمہاری جوئیں تمہیں ایذا پہنچاتی ہیں؟ انہوں نے کہا

ہاں، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ سر منڈھ لو اور ایک بکری کی قربانی دو یا تین دن روزے رکھو یا چھ مسکینوں کو ایک وقت کھانا کھلا دو۔ [صحیح بخاری (حدیث نمبر ۱۸۱۳)، صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۱۳۰۱)]

یہ حدیث بالاتفاق صحیح ہے۔

نمبر تین: سر کا حج و عمرہ کے علاوہ درع و تقویٰ اپنانے کی خاطر مونڈھنا مثلاً جس طرح بعض لوگ توبہ کرنے والے کو حکم دیتے ہیں کہ وہ سر منڈھوا دے، اور اس طرح بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ سر منڈھنا پر بیزگاری اور زہد کی دلیل ہے، یا سر منڈھوانا نہ منڈھوانے سے بہتر سمجھے یا یہ سمجھے کہ حلق کرنے والا زیادہ متقی و پرہیزگار ہے یا حلق کی بجائے توبہ کرنے والے سے یہ کہا جائے کہ تم بالوں کو چھوٹا کرو اور شیخ ایک جائے نماز اور قیچی اپنے پاس رکھے اور نماز اس جائے نماز پر پڑھے ایسا اس لئے کرے کہ اس سے اس کی مشیخت کو مکمل تسلیم کیا جاتا ہو تا کہ پھر وہ ایک نمونہ بنے اور توبہ کرنے والوں کو توبہ دیا کرے۔

تو ایسا کرنا بدعت ہے اس کا حکم نہ اللہ تعالیٰ نے دیا نہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور ائمہ میں سے کسی ایک کے نزدیک بھی یہ نہ واجب ہے نہ مستحب اور نہ صحابہ کرام میں سے کسی نے ایسا کیا اور تابعین سے ایسا کرنا ثابت ہے اور نہ زہد و تقویٰ کے علمبردار اسلاف نے ایسا کیا، خواہ وہ صحابہ تھے یا تابعین

یا تیج تابعین یا ان کے بعد والے، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جنہوں نے بھی اسلام لایا آپ نے کسی کو بھی حلق کا حکم نہ دیا اور آپ نے کسی کے بال کاٹنے اور نہ مخصوص جائے نماز پر نماز پڑھتے تھے بلکہ آپ امامت فرماتے اور جس چیز پر لوگ نماز پڑھتے تھے آپ بھی اس پر نماز ادا فرماتے تھے اسی چیز پر آپ بھی جلوہ افروز ہوتے جس پر وہ بیٹھتے۔ اپنے صحابہ سے الگ خصوصی نشست آپ کیلئے نہیں ہوتی، اور جس شخص نے ایسی بدعات سے ثواب کی امید رکھی یا قربت و اطاعت کی آس لگائی جو نہ واجب ہیں اور نہ مستحب اور جن کو تائب کیلئے دین کی تکمیل کی خاطر لازمی حصہ قرار دیا جائے تو وہ راہ حق سے گم گشتہ اور سبیل اللہ سے ہٹا ہوا ہے اور شیطانوں کے نقشوش کی پیروی کرنے والا ہوگا۔

اس کے بعد شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے حلق کی چوتھی قسم بیان کی کہ جو نہ حج و عمرہ کے واجبات اور نہ ہی قربت و اطاعت اور عبادت کے طور پر انجام دی جائے اور نہ ہی ضرورت کے طور پر کی جائے، تو فرمایا کہ اس میں اہل علم کے دو قول ہیں اور وہ دونوں امام احمد بن حنبل کی دو روایتیں ہیں:

پہلی روایت یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے، امام مالکؒ وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وہ مباح ہے، ابو حنیفہ کے اصحاب سے اور شافعی سے یہی مشہور ہے۔

پھر ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ہر فریق کے دلائل ذکر فرمائے ہیں۔

[مجموع الفتاویٰ ۲۱/۱۱۶-۱۱۹]

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی زاد المعاد میں سابقہ تقسیم ذکر کی ہے اور فرمایا کہ حلق کی اقسام میں بعض شرک ہیں اور بعض بدعت مثلاً غیر اللہ کیلئے سر مونڈھنا، جیسا کہ مرید اپنے مشائخ کیلئے مونڈھے اور پھر وہ کہیں کہ میں نے فلاں شیخ کے لئے حلق کیا اور تو نے فلاں کیلئے حلق کیا، اس بات کا وہی درجہ ہے جو اس بات کا درجہ ہے کہ میں نے فلاں کے لئے سجدہ کیا۔

بلا شک حلق کرنا عبادت ہے اور عاجزی انکساری ہے اس لئے تمتہ حج میں سے اسے شمار کیا گیا ہے۔

پھر علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا کہ گمراہ کن شیوخ نے اپنے مریدوں کے لئے سر مونڈھنا وغیرہ وضع کیا ہے جس طرح کہ اپنے لئے سجدی ریزی روا رکھی ہے۔ [زاد المعاد ۴/۱۵۹، ۱۶۰]

اور یہ سب کا سب واضح شرک ہے عظیم بہتان ہے اللہ تعالیٰ کی ذات شرک سے بری ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

بارہواں سبق

دعا میں اخلاص کے بیان میں

ان عظیم عبادات میں سے جن کی جانب حج کے دنوں مسلمانوں کی توجہ اور عنایت بڑھ جاتی ہے وہ دعا ہے جو عبادات کی افضل ترین قسموں میں سے ایک ہے۔ حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے اس کو عبادت کا نام دیا ہے۔ کیونکہ عبادت میں دعا کا مرتبہ عظیم ہے اسی لئے قرآن کریم میں اور سنتِ مطہرہ میں ایسی بہت سی نصوص وارد ہوئی ہیں جو اس کی عظمت کو اجاگر کرتی ہیں جو مختلف طریقوں سے اس کی ترغیب و تحضیض دلاتی ہیں۔ کبھی اس کا حکم دے کر کبھی اس کا مقام و مرتبہ بیان کر کے کبھی دعا کرنے والوں کی تعریف بیان کر کے، اور اس کے ثواب کی عظمت اور متنوع فضائل کا تذکرہ فرما کر، اور بعض مقامات پر اس سے اعراض اور استکبار سے ڈرا کر۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ * وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [سورة الاعراف: ۵۵، ۵۶]

”تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تو ذلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتا ہے جو حد سے نکل جائیں اور دنیا میں اس کے بعد کہ اس کی درنگی کر دی گئی ہے۔ فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید رکھتے ہوئے بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نیک کام کرنے والوں سے نزدیک ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ﴾ [سورة البقرة: ۱۸۶]

”جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے میں قبول کرتا ہوں۔ اسلئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں یہی انکی بھلائی کا باعث ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ [سورة غافر: ۶۰]

”اور تمہارے رب کا فرمان سرزد ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول کروں گا، یقین مانو کہ جو لوگ میری عبادت سے خود سری

حج توحید کے آئینے میں کرتے ہیں وہ ابھی ابھی ذلیل ہو کر جہنم میں پہنچ جائیں گے۔

اس معنی کی آیتیں بہت ساری ہیں۔

حج کے دنوں میں حجاج دعا کا کچھ زیادہ ہی اہتمام کرتے ہیں کیونکہ وہاں پر زمان و مکان کی شرف و فضیلت جمع ہوتی ہے، اور ان کے دلوں میں رقت اور خشوع اور توجہ الی اللہ کا ایک سیلاب سا ہوتا ہے، خصوصاً عرفہ میں جو تمام دنوں سے بڑھ کر ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ بدیہی طور پر بات معلوم ہے کہ عرفہ کی شام کو مؤمنین کے دلوں میں ایمان و رحمت اور نور و برکت کا ایسا نزول ہوتا ہے جس کا بیان کرنا محال ہے۔ [مجموع الفتاویٰ ۵/۳۷۴]

اسی لئے عرفہ کے دن کی عظمت و فضیلت میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: دعاؤں میں سے سب سے افضل دعاء عرفہ کے دن کی دعا ہے۔ [اس کو امام ترمذی نے سنن الترمذی میں روایت کیا ہے (حدیث نمبر ۳۵۸۵) عبد اللہ بن عمر راوی ہیں، علامہ البانی نے سلسلہ الصحیحہ میں اسے حسن کہا ہے ۸/۷۳ اور پھر فرمایا کہ حدیث ان شواہد کے مجموع سے ثابت ہے۔]

علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مسائل میں سے یہ بھی ہے کہ عرفہ کے دن کی دعا اس کے علاوہ دنوں کی دعا سے افضل ہے، اور اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ عرفہ کے دن کی دعا غالباً

حج توحید کے آئینے میں قبول ہوتی ہے۔ [المہجد ۶/۳۷]

حج میں کچھ خاص مقامات ہوتے ہیں مسلمان کو چاہئے کہ ان مقامات میں ٹھہرے اور وہاں پر دعا کرے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ان مقامات پر ٹھہرتے تھے قبلہ رو ہو کر دعا فرماتے تھے اور خاص کر چھ جگہیں ہیں:

عرفہ میں، مشعر حرام میں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَإِذَا أَقَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾ [سورة البقرة: ۱۹۸] ”جب تم عرفات سے واپس آؤ تو مشعر حرام کے پاس اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔“

صفا اور مروہ پر دعا کرنا بھی ثابت ہے جیسا کہ صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ جب صفا پر کھڑے ہوتے تو تین بار تکبیر کہتے اور پھر یہ کہتے، لا إله إلا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير تین مرتبہ کہنے کے بعد دعا کرتے، مردہ پر بھی آپ اسی طرح کرتے۔ [صحیح مسلم (حدیث نمبر ۱۳۱۸)]

جرہ صغریٰ اور جرہ وسطیٰ کے بعد بھی آپ کھڑے ہوتے اور دعا فرماتے جیسا کہ صحیح بخاری میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جرہ دنیا (یعنی صغریٰ) پر سات کنکریاں پھینکتے اور ہر کنکری کے ساتھ تکبیر کہتے

پھر آگے بڑھتے یہاں تک کہ نشیب میں آتے تو قبلہ رو کھڑے ہو جاتے پھر دیر تک کھڑے رہتے دعا فرماتے اور ہاتھ اٹھا کر مانگتے، اس کے بعد حجرہ وسطیٰ پر کنکریاں پھینکتے اور ذرا بائیں ہو کر نشیب میں آتے قبلہ رو کھڑے ہوتے دیر تک قیام فرماتے، ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے یہ قیام لمبا ہوتا، پھر حجرہ عقبہ کو بطن وادی سے کنکر پھینکتے، وہاں پر قیام نہ کرتے اور پھر لوٹ آتے۔ یہ بیان کرنے کے بعد عبد اللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ایسے ہی کرتے دیکھا۔ [صحیح بخاری حدیث نمبر ۱۷۵۱]

تو یہ چھ جگہیں ہیں کہ جہاں یہ ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ان جگہوں میں وقوف فرمایا اور دعا میں ہاتھ بھی اٹھاتے۔ اور عام دعاؤں کا حج میں عظیم مرتبہ ہے بلکہ تمام عبادات میں دعا کا عظیم مرتبہ ہے بلکہ عبادات کا مغز اور اس کی روح دعا ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دعا عبادت ہے۔ [مسند احمد ۲/۲۷۱، سنن الترمذی (حدیث نمبر ۲۹۶۹)]

جب دین میں دعا کا یہ درجہ ہے اور اس کا یہ مقام ہے تو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ دعا کی طرف اس کی توجہ بھی عظیم ہو اور وہ نہایت اہتمام سے دعا کیا کرے، اور یہ کہ وہ دعا کی شروط سے مقید ہو اور دعا کے آداب سے مزین ہو، نیز عدم قبولیت کے اسباب سے بچنے والا ہو اور قبولیت کے اوقات کا تلاش کرنے والا ہو۔

اور سب سے اہم جس چیز کا خیال رکھنا چاہئے وہ یہ کہ مسلمان کی دعا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو وہ اللہ کے سوا کسی سے دعا نہ کرے مدد بھی اس کے بغیر کسی سے نہ مانگے تعاون اور نصرت اور شفاء بھی اس کے علاوہ کسی سے طلب نہ کرے اس لئے کہ جیسا کہ ابھی گزرا کہ دعا عبادت ہے، اور غیر اللہ کی عبادت کرنا شرک اکبر ہے اور ملت اسلامیہ سے خارج کرنے والا ہے، اللہ کی پناہ!

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ۚ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِذْكَ بِضُرٍّ فَلَا رَافِعَ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ [سورۃ یونس: ۱۰۶، ۱۰۷]

اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے پھر ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مبدول فرمادے اور وہ بڑی مغفرت، بڑی

رحمت والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ﴾ [سورة المؤمنون: ۱۱۷]

”جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارے جس کی کوئی دلیل اس کے پاس نہیں پس اس کا حساب اس کے رب کے اوپر ہی ہے بے شک کافر لوگ نجات سے محروم ہیں۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الْخَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [سورة العاقر ۱۶۵]

”جو زندہ ہے جس کے سوا کوئی الوہیت والا نہیں پس تم خالص اس کی عبادت کرتے ہوئے اسے پکارو۔“

مزید فرمایا:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ [سورة الجن ۱۸]

”اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ تعالیٰ کی ہیں پس تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔“

اس معنی کی آیات بہت ساری ہیں۔

دعا کے بہت سارے آداب ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ

نے اس آیت میں بیان کئے:

﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ [سورة الاعراف: ۵۵، ۵۶]

جب مسلمان دعا کرے اور حضور قلب بھی ہو اور جس چیز کو مانگتا ہو اس کو دل کی گہرائیوں سے مانگتا ہو اور قبولیت کا وقت بھی میسر ہو جائے، دل میں خشوع بھی ہو رب العلیین کے سامنے انکساری بھی ہو، رقت بھی ہو، قبلہ رو بھی ہو یا وضوء بھی ہو، ہاتھ بھی اٹھائے ہوں اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثناء اور نبی پر درود بھی بھیجے اپنی حاجت پر توبہ و استغفار کو مقدم بھی کرے، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو اور الحاج و زاری سے مانگے ترغیب و ترہیب سے دعا کرے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات اور توحید باری کا وسیلہ بھی لائے، دعا کرنے سے پہلے صدقہ بھی کرے، تو اس دعا کا رد ہونا ناممکن ہے۔ خصوصاً وہ دعائیں جن کی نبی کریم ﷺ نے قبولیت کی نشاندہی بھی کی ہو اور جو دعائیں اسم اعظم پر مشتمل ہوں کہ جب اس اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کی جاتی ہے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے وسیلے سے کوئی چیز مانگی جاتی ہے تو وہ چیز عطا کی جاتی ہے۔ [الجواب الکافی لابن القیم ص ۹]

جیسا کہ سنن اربعہ وغیرہ میں مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک آدمی

(اللهم انی أسألك بانی أشهد انک أنت الله لا إله إلا أنت الأحد

الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد)

”اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، وسیلہ لاتا ہوں اس بات کو کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا معبود حقیقی کوئی نہیں تو اکیلا ہے بے نیاز ہے کہ جو نہ جتا ہے اور نہ جتا گیا ہے اس کا کوئی ہمسر نہیں۔“

تو فرمایا کہ تو نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس اسم اعظم کو وسیلہ لا کر کہ جب اس کے وسیلے سے مانگا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور اس کو وسیلہ لا کر دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول ہوتی ہے۔ (سنن ابی داؤد (حدیث نمبر ۱۹۳۳)، سنن الترمذی

(حدیث نمبر ۳۲۷۵)، السنن الکبریٰ للنسائی (حدیث نمبر ۷۶۶۶)، سنن ابن ماجہ (حدیث نمبر

۳۸۵۷)، صحیح ابن حبان (حدیث نمبر ۸۹۱، ۸۹۲)



تیرھواں سبق

دین میں غلو سے اجتناب کے بیان میں

اسباق حج میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی تمام معاملات میں اعتدال و توسط کی اہمیت سیکھتا ہے نیز وہ یہ درس حاصل کرتا ہے کہ ظلم و جفاء اور غلو اور افراط و تفریط سے بچنا کتنا مہم ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت نے اس امت کے وصف میں بیان فرمایا:

﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ [سورة البقرة: ۱۴۳]

”ہم نے اسی طرح تمہیں عادل امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہ ہو جائیں۔“

امت وسط سے مراد ایسے عادل گواہوں کے ہیں جو حق سے نہ ہٹیں غلو نہ کریں اور نہ ہی ظلم و جفاء بلکہ وہ معتدل اور میانہ رو ہوں حج ایسے مواقع سے پر ہے جو توسط کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہیں اور اعتدال کی اہمیت اُجاگر کرتے ہیں۔

اس باب کے ان مواقع میں سے یہ ہے کہ ہم ری ہمار میں منقول نبی

مکرم ﷺ کا طریقہ مشاہدہ کریں پھر لوگوں کا حال دیکھیں، کیونکہ لوگوں میں سے بعض کنکریاں مارنے میں غلو کرتے ہیں اور بعض دوسرے جفاء و ظلم کے شکار ہیں، کچھ افراط میں ملوث اور کچھ تفریط کے شکار ہیں ہاں وہ لوگ محفوظ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سنت کی پیروی سے نوازا ہے اور نبی ﷺ کے طریقہ سے بہرہ ور فرمایا ہے۔

امام احمد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ العقبۃ کی صبح کو کہا در آنحالیکہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے، اے عبد اللہ میرے لئے کنکریاں جن لاؤ تو میں نے خذف کی سات کنکریاں جن لائیں تو آپ ان کو اپنی ہتھیلی میں پلٹنے لگے اور کہنے لگے ان ہی جیسی کنکریاں مارا کرو پھر ارشاد فرمایا اے لوگو! دین میں غلو سے بچو کیونکہ تم سے پہلے والوں کو دین میں غلو نے ہلاک کر دیا تھا۔

اس حدیث کی سند مسلم کی شرط پر ہے جیسا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ وغیرہ اہل علم نے ذکر کیا ہے۔ [دیکھئے افضاء الصراط المستقیم ۱/۲۹۳] تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حدیث میں یہ فرمانا کہ ان ہی جیسی کنکریاں مارا کرو، یعنی جو کنکریاں حضرت ابن عباس نے چنی تھیں۔ حدیث میں ان کا حجم محدود ہے، اور وہ خذف کی کنکریوں کا حجم ہے جو چنے کے دانے کے برابر

ہے، تو یہ لفظ ایسی کنکری کو شامل نہیں جو کو کنکر نہیں کہا جاسکتا، چھوٹا ہونے کی بناء پر اور نہ ایسے کوئی کنکر کو شامل ہے جو کنکر سے بڑا ہو جس کو پتھر کہتے ہیں، تو حدیث میں جس چیز کو مشروع کہا گیا ہے وہ توسط ہے۔

تو یہ مسئلہ کتنا واضح ہے اس کے باوجود جبکہ آپ بعض ان مسلمانوں کے حال سے جو نبی ﷺ کی سنت سے بے خبر ہیں اس کا موازنہ کریں گے تو غلو اور جفاء، افراط و تفریط کی انتہاء پائیں گے، جبکہ حق اعتدال ہے، تو مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے کمی نہ کرے جیسا کہ جفا اور تفریط والے کرتے ہیں اور نہ اس پر زیادہ کرے جیسا کہ غلو اور افراط والوں کا وطیرہ ہے بلکہ اعتدال اور توسط کو اپنائے رکھیں۔

رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمانا کہ تم دین میں غلو سے بچو یہ اعتقاد و عمل کی تمام اقسام میں غلو کو شامل ہے کیونکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے سبب کے خصوص کا نہیں، مسلمان پر پابندی ہے کہ وہ تمام احوال میں غلو نہ کرے تمام معاملات میں غلو سے بچے، بے شک شیطان اللہ تعالیٰ کے مومن بندے کی ہمیشہ ٹوہ میں رہتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کے سیدھے راستے اور جاہ مستقیم سے ہٹائے جفاء و غلو میں مبتلا کر کے یہ پروا کئے بغیر کہ وہ غلو کرتا ہے یا کمی چونکہ دونوں طریقے اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ جیسا کہ بعض سلف کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس بھی چیز کا حکم دیا شیطان کے اس میں دو کچھو کے ہیں، ایک تفریط

تقصیر کا، دوسرا زیادتی اور غلو کا، جہاں بھی تیر لگے وہ کامیاب ہے۔

وہ مسلمان کی تمام راہوں کا واقف کار ہے وہ سازشیں رچانے اور مکرو فریب ڈالنے سے تھکتا نہیں، اکتاتا نہیں، وہ حتی الوسع مقدور بھر کوشش کرتا ہے کہ بندہ مؤمن کو گمراہ کر دے، صراط مستقیم سے اسے پھیر دے، راہ حق سے اس کی عنان موڑ دے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی معرکہ الآراء تصنیف (اغاثۃ اللہفان من حصائد الشیطان) میں فرمایا کہ اس کی تدابیر یعنی شیطان کی تدابیر میں سے یہ بھی ہے وہ نفس انسان کو سونگھتا ہے کہ اس پر کونسی قوت کارگر ہوگی، جرات و شجاعت کی قوت، یا بزدلی اور ڈر کی قوت، اگر وہ غلبہ کمزوری اور بزدلی کو دیکھتا ہے تو وہ اس کو مزید بزدل بنانے کے اسباب اختیار کرتا ہے تو اس کی ہمت کو ہرا دیتا ہے اس کام کو اس کے سامنے بھاری کر دیتا ہے، اس کا چھوڑنا آسان کر دیتا ہے، تو نتیجتاً وہ بندہ یا تو پورا چھوڑ دیتا ہے یا اس میں کمی کر دیتا ہے یا اس میں سستی برپا ہے، اور اگر اس میں اقدام و جرات دیکھتا ہے تو اس چیز کو اس کی نظر میں حقیر کر دیتا ہے اور اس کو وہ ناکافی سمجھنے لگتا ہے اور وہ مبالغہ اور زیادتی کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔ پہلی صورت میں کمی اور نقصان کرتا ہے، جبکہ دوسری صورت میں غلو اور زیادتی کا شکار ہوتا ہے اور اکثر لوگ انہی دو وادیوں میں کھو گئے ہیں۔ **تقصیر و جہاں کی وادی اور زیادتی**

و تعدی کی وادی میں اور بہت کم لوگ ایسے ہیں جو اس راہ پر گامزن ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کا راستہ تھا۔ (اغاثۃ اللہفان ۱۳۶/۱)

پھر ابن قیم رحمہ اللہ نے مثالیں دے کر لمبی گفتگو فرمائی ہے جو دین کے مختلف نواحی کی مثالیں ہیں کہ جن میں لوگ مختلف اقسام میں منقسم ہیں، جو اصحاب غلو اور اصحاب تقصیر، اہل اعتدال و توسط وغیرہ تقسیمات پر مشتمل ہیں، بے شک تمام معاملات میں اعتدال و توسط کو اختیار کرنا اور غلو و جہاں سے بچنا ہی صحیح منج اور صراط مستقیم ہے کہ جس پر تمام مؤمنین کو چلنا چاہئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا تو حقیقی اعتدال و توسط وہ ہے جس کو اللہ رب العالمین نے اپنے بندوں کیلئے متعین کیا اور ان کے اختیار سے بالاتر کر دیا کہ اس میں وہ ایسی چیز داخل کریں جو اس میں نہیں یا اس سے ایسی چیز نکالیں جو اس میں موجود ہے اسی وصف کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی تعریف کی اور اسی کا ان کو حکم دیا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۶)

”اور جو خرچ کرتے وقت بھی نہ تو اسراف کرتے ہیں نہ بخلی، بلکہ ان دونوں کے درمیان معتدل راہ ہوتی ہے۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا﴾ [سورة الإسراء: ۲۹]

”اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ اسے بالکل ہی کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا اور پچھتا تا ہوا بیٹھ جائے۔“

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَأَبِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تَبْذُرْ تَبْذِيرًا﴾ [سورة الإسراء: ۲۶]

”اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بیجا خرچ سے بچو۔“

ایک اور موقع پر فرمایا:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ [سورة الأعراف: ۳۱]

”اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلؤ۔“

مزید فرمایا:

﴿وَأَقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاعْصِصْ مِنْ صَوْتِكَ﴾ [سورة لقمان: ۱۹]

”اپنی رفتار میں میانہ روی کر اور اپنی آواز پست کر۔“

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ آپ

نے فرمایا: ”میانہ روی اختیار کرو، میانہ روی اختیار کرو، تم حق کو پالو گے۔“
[صحیح بخاری (حدیث نمبر ۶۴۶۳)] یعنی تم تمام امور میں میانہ روی اختیار کرو خواہ افعال ہوں یا اقوال اور اعتدال دو جانب کا درمیانہ حصہ ہے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: ”تم درمیانی راہ اختیار کرو جو شخص دین میں تشدد برتے گا وہ اس پر غالب ہوگا۔“

[مسند احمد ۵/۳۵۰، ۳۶۱، شیخ البانی نے صحیح الجامع میں اسے صحیح کہا ہے (حدیث نمبر ۴۰۸۶)]

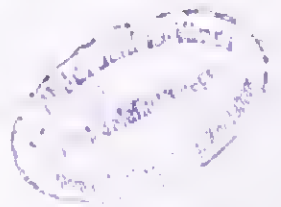
حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سنت میں میانہ روی بہتر ہے، بدعت میں اجتہاد کرنے سے۔ [شرح اعتقاد اہل السنۃ ۱/۸۸]

تو اللہ تعالیٰ کا دین وسط ہے اس میں نہ غلو ہے اور نہ جہاں اور سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو معتدل اور متوسط ہیں جو تفریط کرنے والوں کی کمی سے بالاتر رہے جیسا کہ وہ حد کو پھلانگنے والوں کے غلو سے منزہ رہے انہوں نے سید المرسلین کے طریقہ کو لازم پکڑا جو رب العظیم کا برگزیدہ تھا تمام لوگوں کا نمونہ تھا جس کا نام محمد بن عبد اللہ تھا اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور اس کا سلام ہو آپ پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ چند فوائد اور دروس ہیں جن سے حاجی حج میں مستفید ہوتا ہے جیسا کہ سابقہ سطور میں گزرا کہ حج عظیم دروس اور روشن نصائح اور موثر فوائد کا مرقع ہے مگر لوگ ان کے حصول میں متفاوت ہیں کسی

حج توحید کے آئینے میں
کو زیادہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کسی کو کم اپنی جدوجہد کے مطابق ہر کسی کو وہ ملتے ہیں، کیونکہ بعض قلوب ایسے ہوتے ہیں جو علم عظیم کو سمیٹے ہوئے ہوتے ہیں گویا کہ وہ ایک وادی ہے جس میں بہت سارا پانی ہے اور بعض قلوب چھوٹے ہوتے ہیں گویا وہ ایک چھوٹی سی وادی ہے وہ تھوڑا سا علم لئے ہوئے ہوتے ہیں، اور بعض قلوب غافل ہوتے ہیں جن کو غفلت نے ڈھانپ لیا ہے علم کو سرایت ہونے کا موقع نہیں ملتا، اور توفیق اللہ کے ہاتھ ہے، تو ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں وہ ہمیں علم نافع اور عمل صالح کی دولت سے نوازے اور ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت سے آباد کرے بے شک وہ دعاء کو قبول کرنے والا ہے وہ اس کا اہل ہے کہ اس سے ہم امیدیں باندھیں وہ ہمارے لئے کافی ہے اور بہترین مددگار ہے۔

بسم اللہ



اغراض ومقاصد مرکز الدعوة والارشاد مدینہ منورہ

☆ مرکزی دفتر میں عربی اور دیگر زبانوں میں اسلامی کیسٹوں کی تقسیم کے لئے آڈیو لائبریری کا قیام۔

☆ زائرین اور مقالہ نگاروں کے لئے پبلک لائبریری کا قیام۔

☆ عربی اور دیگر زبانوں یعنی انگریزی فرانسیسی اردو انڈیشی اور بنگالی میں کتب و رسائل کی تقسیم کے لئے شعبہ نشر و اشاعت کا قیام۔

☆ مرکز کے اراکین جو شعبہ دعوت و تبلیغ سے متعلق ہیں ان دینی سوالات کے قسلی بخش جوابات دینے کے لیے مرکز میں تشریف لاتے ہیں۔ جو بذریعہ ٹیلیفون یا براہ راست مرکز میں آکر پوچھے جاتے ہیں۔ جبکہ سماجی مسائل کے حل کی بھی کوشش کی جاتی ہے۔

☆ سرکاری اداروں اور فوجی مراکز میں مستقل دعوت و توجہ کا بندوبست۔

☆ مساجد میں یومیہ دروس کا اہتمام اور بڑی مساجد میں ہفتہ واری لیکچرز کا بندوبست۔

☆ مدینہ سے ملحق دیہات میں ہفتہ وار دعوتی قافلہ کی روانگی۔ جن میں مستقل دعا اور رضا کار دعا شریک ہوتے ہیں۔

☆ مرکز ایام حج میں اپنی سرگرمیاں تیز کر دیتا ہے۔ جب کہ دعا و حاج میں دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں دن و رات ایک کر دیتے ہیں۔ اور حج سے متعلق کتب بھی وسیع پیمانے پر تقسیم کرتے ہیں۔

شائع کردہ مرکز الدعوة والارشاد مدینہ منورہ

رقم الإبداع : ۵۹۹۴ / ۱۲۲۲

ردمك : ۷ - ۹۴۱۵ - ۹۹۶۰